استوصوا بالنساء خیراً (الحدیث)

ماہنامہ بنات اہلسنت

مدیر اعلیٰ
مولانا محمد الیاس گھمن

جلد نمبر 2 | دسمبر 2011ء | شمارہ 12

تربیت یافتگانِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

وطن عزیز کی سالمیت استحکام اور بقا اصحاب رسول اور اہل بیت کرام کے ذکر خیر سے معلق ہے ..... اداریہ

وہ گھڑی کچھ اور تھی

ننھا نعمان آنسوؤں سے بھیگے چہرے کے ساتھ سکول جا رہا تھا..... اس کے ہاتھوں میں سفید کپڑوں میں ملبوس ایک چیز تھی..... اور وہ .....

ناشر احناف میڈیا سروس AMS

نئے سال کی ڈائری 1433ھ X 2012ء

قیمت صرف =/200 روپے

- اہل السنۃ والجماعۃ کی مکمل نماز طہارت سے اختتام تک مستند حوالہ جات کے ساتھ
- امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سبق آموز وصایا

اپنی یادداشت کو محفوظ رکھنے کیلیے
بنیادی عقائد اور اقوال ونصائح سے مزین
دوستوں کو گفٹ کرنے کے لیے
پیارا سا اسلامی تحفہ

اہل السنۃ والجماعۃ احناف کے طریقہ ادائیگی نماز پر مشتمل
متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن کا ایک تحقیقی شاہکار

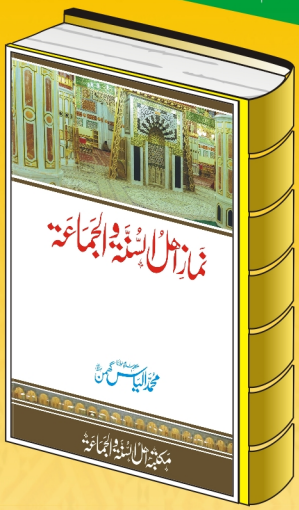

مندرجات: اوقات مسنونہ، اذان واقامت، تعداد رکعات، ترک رفع یدین، ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، ترک قرأت خلف الامام، آمین بالسر، اشارہ سبابہ، مرد وعورت کی نماز میں فرق، تعداد رکعات وتر، فرضیت جمعہ، نماز تراویح، مسنون نماز جنازہ، مسنون نماز عید، تہجد، اشراق، چاشت، اوبین، صلوۃ التسبیح، صلوۃ الحاجۃ، تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد، صلوۃ استخارہ، صلوۃ التوبۃ، صلوۃ سفر، صلوۃ استسقاء اور دیگر متفرق مسائل کے دلائل کا خزینہ۔

عمدہ اور معیاری طباعت کے ساتھ

ناشر مکتبۃ اہل السنۃ والجماعۃ
87 جنوبی لاہور ڈسکہ
0321-6353540

استوصوا بالنساء خیراً (الحدیث)

ماہنامہ

بناتِ اہلسنت لاہور

جلد نمبر 2 | دسمبر 2011ء | شمارہ 12

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد الیاس گھمن

معاون مدیر

عابد جمشید رانا

فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور، ایم۔فل پنجاب یونیورسٹی لاہور

حافظ محمد کلیم اللہ

فاضل دار العلوم عیدگاہ کبیر والا، فاضل شعبہ صحافت جامعۃ الرشید کراچی

زیر سرپرستی

حضرت اقدس، عارف باللہ حکیم

شاہ محمد اختر دامت برکاتہم

سرکولیشن مینیجر

بشیر احمد قاسمی | مولانا محمود

ایجنسی ہولڈرز مہر لگائیں اور ہدیہ دینے والے اپنا نام لکھیں!

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک

35 ڈالر ..... سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک

25 ڈالر ..... سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر ..... سالانہ

قیمت فی شمارہ -/20 روپے

سالانہ زرتعاون -/240 روپے

منی آڈر بھیجنے کا پتہ

مکتبۃ اہل السنۃ والجماعۃ

87 جنوبی لاہور ڈویژن سرگودھا

0332-6311808

www.islahunnisa.com

islahunnisa@gmail.com

خط وکتابت دفتر ماہنامہ بنات اہلسنت

بالمقابل جامعہ حقانیہ نزد پیکجز فیکٹری قینچی امرسدھو لاہور

ایک نظر میں

3 درسِ قرآن

4 درسِ حدیث

5 تربیت یافتگان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم — اداریہ

8 وہ گھڑی کچھ اور تھی — اہلیہ مفتی شبیر احمد

11 شہید راہ وفا — ابوالکلام آزاد

18 جو چلے تو جاں سے گزر گئے — اہلیہ مولانا عابد جمشید

23 خلیفہ ثانی، سیرت و کردار کے آئینہ میں — ماریہ خان

27 سالانہ تبلیغی اجتماع پر حاضری — مولانا محمد کلیم اللہ

33 جناب! حاجی صاحب — رانا رضوان

40 بے مثل نکتہ داں — کوثر، مانسہرہ

41 واقعہ کرب و بلا اور کرنے کا کام — انتخاب رضیہ جاوید

47 ظہیر الدین محمد بابر — امان اللہ کاظم

56 رب کا شکر ادا کر بھائی — ڈاکٹر منصور احمد باجوہ

58 ہمارا کچن — اہلیہ مولانا محمد کلیم اللہ

61 غزالاں تم تو واقف ہو — متفرق

درس قرآن

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا۔

ترجمہ:

اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور رکھے، اور تمہیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جو ہر طرح ممکن ہو۔

تشریح:

آیت مبارکہ میں چونکہ ماقبل اور مابعد ذکر ہی ازواج مطہرات کا چل رہا ہے اس لیے وہ تو اہل بیت ہیں ہی، لیکن الفاظ کے عموم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں اور ان کی اولاد بھی شامل داخل ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں روایت موجود ہے کہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو اپنی چادر میں ڈھانپ لیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی اور بعض روایات میں ہے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔

یہاں یہ بھی واضح رہے یہاں مکمل پاکیزگی سے مراد یہ بھی نہیں کہ وہ انبیاء کرام کی طرح گناہوں سے معصوم ہو جائیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ اتنے متقی بن جائیں کہ گناہوں کی گندگی ان سے دور ہو جائے۔

اللہ تعالی ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

درس حدیث

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللھم اعز الاسلام باحب ھذین الرجلین الیک ابی جھل او بعمر بن خطاب قال و کان احبھما الیہ عمر

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اسلام کی عزت کے لیے ان دو آدمیوں یعنی ابو جہل اور عمر بن خطاب میں سے جو آپ کو زیادہ محبوب ہے عطا فرما اور فرمایا اللہ کے نزدیک محبوب عمر (بن خطاب) تھے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر جہاں محبوب رسول اللہ ہیں وہاں محبوب خدا بھی ہیں اور جہاں مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہاں مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے عمر کی زبان اور دل پر حق ہو جاری فرما دیا ہے۔

(ترمذی مناقب ابی حفص عمر ابن خطاب)

اس حدیث پاک کو سامنے رکھ کر کسی کو اس بات کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے تمام فیصلے خواہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوں یا دور خلافت کے سب حق پر مبنی ہیں۔

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحسن و الحسین سیدا شباب اھل الجنۃ۔ (ترمذی)

حضرت ابو سعید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن اور حسین یہ جنتی نوجوانوں سے سردار ہیں۔

تربیت یافتگان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

اداریہ

آل واصحاب نبی پر تاریخی اور وضعی روایات کی پڑی ہوئی گرد ان کے منور و مجلی خوبصورت و خوب سیرت چہروں کی تابناکی کو کبھی دھندلا نہیں کر سکتی۔ اھل بیت کرام ہوں یا اصحاب عظام؛ دونوں شمع رسالت کے پروانے، آسمان نبوت کے روشن ستارے، بستان نبوت مہکتے پھول، آفتاب رسالت کی چمکتی شعائیں، آغوش نبوت کی پروردہ ہستیاں اور کاشانہ نبوت کے فیض یافتہ شمار ہوتے ہیں۔

کیوں۔۔؟

اس لیے کہ رسول؛ خالق ارض وسما کا شاہکار اور انوار الٰہی کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اسی طرح اہل بیت کرام اور اصحاب عظام رسول خدا کی مرصع نگاریوں کے انمول شاہکار اور کمالات نبوت کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔

خالق نے اگر ہستی سرور کو سنوارا
آل واصحاب کے دل ساقی کوثر نے سنوارے

قدرت خود زلف رسول میں شانہ کرتی ہے، حسن نبی کو نکھارتی ہے، جمال حبیب کو سنوارتی ہے کیونکہ جمال حبیب میں کمال محب جھلکتا ہے اسی رسالت اپنے اہل بیت اور اصحاب کے نفوس و قلوب کا تزکیہ وتصفیہ کرتی ہے، ان کی عملی زندگی کے گلے میں اوصاف حمیدہ اور اخلاق کریمانہ کی مالا ڈالتی ہے کیونکہ انہی مبارک ہستیوں کے سیرت و کردار سے حسن نبوت کی خُو آتی ہے اور جمال رسالت نمودار ہوتا ہے۔

اہل بیت کرام ازواج نبی اور اصحاب رسول کے بے خار پھولوں سے لدا ایک حسین گلدستہ اپنی عطر بیزیوں سے اقوام عالم کے قلوب واذہان کو توحید باری تعالی، ختم رسالت، صداقت قرآن، یوم میعاد اور ایمانیات کی طرف مشک آفریں پیغام حق دیتا رہا ہے اور ان کی روحانی نسل ان شاءاللہ تاقیام قیامت ان کا یہ فیض بانٹتی رہے گی۔

انہی کے جادہ منزل کو 'صراط مستقیم' کا نام خدا کی لاریب کتاب اور لاشک کلام میں دیا گیا۔ انہی کے ایمان کو معیار قرار دیا گیا جیسے کلام الہی کی معتبر وضاحت تشریح نبوت (سنت نبوی) ہے ایسے کلام رسول کی معتبر اور مستند وضاحت تشریح صحابی ہے۔

انہی کے قلوب میں رب ذوالعلی نے جھانک کر دنیوی واخروی اور دائمی وابدی کامیابیوں کے اعزاز عطا فرمائے۔ اب ان مقدس ہستیوں سے خدا کی طرف سے ملنے والے انعامات کو کوئی تاریخ دان، کوئی انشاء پرداز، کوئی مصنف، کوئی محقق الغرض کوئی بھی۔۔۔ہاں ہاں کوئی بھی۔۔۔ نہیں چھین سکتا۔

بلکہ من گھڑت واقعات، خود تراشیدہ روایت کے بل بوتے ان پر ہائے ہائے کرنا، ان کے جرات مندانہ کردار کو بزدلانہ روش کا روپ دینا، عفت مآب بیبیوں کا ننگے سر پھرانا، سینہ چاک کرنا، نوحہ وماتم وغیرہ جیسے غیر اسلامی افعال کا خوگر بتلاتا اہل بیت کی عزت ناموس اور تقدس وحرمت کو پامال کرنا ہے۔

ہم تمام ایسی تاریخی کتب کو آگ کے الائو میں جھونکتے ہیں جس میں اہل بیت کرام یا اصحاب رسول کے خلاف ایک حرف بھی درج ہو۔ ہم قرآن پر ایمان لانے والے نبی کریم کے سچے فرامین پر یقین رکھنے والے ہیں۔ اہل بیت بھی ہمارے ہیں اور اصحاب رسول

بھی ہمارے۔۔۔ ہم ان کو اپنا مقتدا مانتے ہیں۔۔۔ اور اپنے مقتدائوں کی عزت و آبرو سے کسی کو کسی بھی میدان میں خواہ علمی ہو یا عملی کھیلنے کی اجازت نہیں دے سکتے ہیں۔

وطن عزیز کی سالمیت، استحکام اور بقا اصحاب رسول اور اہل بیت کرام کے روشن اور اجلے کردار کو بیان کرنے میں ہے محرم الحرام میں حکومت پاکستان کی جانب سے تمام ان اقدامات کو ماننا جن سے اصحاب رسول اور اہل بیت کرام کی عزت ناموس اور وقار کا تحفظ ہوتا ہو اپنا ایمانی فرض ادا کرنا کہلائے گا۔

اللہ ہمیں اپنے فرائض کو بخوبی ادا کرنے کی توفیق بخشے اور ماہ محرم کو امن سکون اور اطمینان سے گزارنے کی توفیق بخشے۔

آمین بجاہ سید الانام و المرسلین۔

علمی مقام

شیخ ابوالعباس سیاری ایک باخدا انسان تھے انہیں ایک مرتبہ اخروٹوں کی ضرورت پڑی وہ ایک دکان پر پہنچے اور مدعا ظاہر کیا، دکاندار نے شاید انہیں پہچانا یا نہیں پہچانا لیکن انہیں خوش کرنے کے لیے اپنے ملازم سے کہا۔ حضرت ک لیے بہترین اخروٹ لائو اس کا خیال تھا کہ حضرت میری اس بات سے بڑے خوش ہوں گے ورنہ یہ بات تو وہ ہر گاہک کے لیے کہا کرتا تھا۔ حضرت سیاری نے پوچھا کیا تم ہر گاہک کے لیے اپنے ملازم کو یہی حکم دیتے ہو اس نے جھٹ سے جواب دیا نہیں حضرت یہ تو صرف آپ جیسے صاحب علم اور نیک اور پارسا انسانوں کے لیے ہے شیخ ابوالعباس اس کی فریب کاری کو سمجھ گئے اور یہ کہہ کر چل دیئے اچھے اخروٹوں کے لیے میں اپنے علمی مقام اور پارسائی کو فروخت نہیں کروں گا۔

انتخاب: ماہم طارق، فیصل آباد

وہ گھڑی کچھ اور تھی

اہلیہ مفتی شبیر احمد

"آج پھر دیر کر رہے ہو؟" وہ انتہائی غصے میں بولیں اور زور سے ایک تھپڑ دے مارا "آئے دن پریشان کرتے ہو۔" وہ بے تکان بولے جا رہی تھیں اور رکنے کا نام ہی نہ لے رہی تھیں۔

" امی! آپ منے کو اتنا کیوں مار رہی ہیں؟" رضیہ نے افسردہ لہجہ میں آواز دی۔ لیکن وہ تو بس سنی کو ان سنی کر رہی تھیں۔ "روزانہ تمہارے نخرے اٹھانے پڑتے ہیں، کبھی ہنسی خوشی بھی گئے ہو سکول؟ "

آج پھر ننھے نعمان کو مسز شوکت مار پیٹ کے سکول بھیج رہی تھیں۔ رو دھو کر سکول جانا اس کا معمول بن چکا تھا، لیکن نہ جانے کیوں آج مسز شوکت اسے حد سے زیادہ مار پیٹ کا نشانہ بنا رہی تھیں، روزانہ کی ملامت تو جو ہوئی سو ہوئی لیکن آج اسے یہ تک کہہ ڈالا کہ

"خدا کرے تے راستیا ناس ہو"

شاید یہ گھڑی کچھ اور تھی۔

ننھا نعمان بیگ اٹھائے آنسوؤں سے بھیگے چہرے کے ساتھ سکول جا رہا تھا۔ کلاس روم میں پہنچ کر بھی اس پر رونے کے آثار باقی تھے۔ تمام پیریڈز میں اس نے نہ کسی سے بات کی، نہ ہی ہنسا۔ گم سم بے ٹھا اپنی قسمت پہ کڑھتا ہی رہا کہ "کاش! میں پیدا ہی نہ ہوتا، میری امی مجھے روزانہ مار پیٹ کر سکول بھیجتی ہے۔ دوسرے بچوں کو ان کے امی ابو چھوڑنے آتے ہیں اور میں تنِ تنہا آتا ہوں اور وہ بھی ".....

احساس کمتری اور محرومی کے یہ جذبات اس کے دل میں تیزی سے بڑھتے ہی جا رہے تھے اور ایسے لگ رہا تھا کہ شاید اب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا ہے۔ جوں ہی چھٹی کی گھنٹی بجی باقی سب بچے شور مچاتے، اٹھیلیاں کرتے، دوڑتے بھاگتے گیٹ کی طرف جا رہے تھے مگر اس نے نہ کسی خوشی کا اظہار کیا اور نہ ہی اس کے چہرے پہ سکون و مسرت کی لہر دوڑی اپنی بد نصیبی پر آہیں بھرتا بوجھل قدموں کے ساتھ گیٹ سے باہر نکلا اور گم سم انہی خیالات میں مگن بیگ تھامے سڑک کے کنارے چلتا رہا۔

ادھر مسز شوکت گھر کی صفائی میں مشغول تھیں۔ کچن کی صفائی، ڈرائنگ روم کی سیٹنگ اور لنچ کے لیے مختلف ڈشیں تیار کرتے کرتے ان کی ظہر کی نماز بھی قضاء ہو گئی لیکن وہ برابر اپنے کام میں مصروف رہیں۔

آج انہیں ننھے نعمان کا رہ رہ کر خیال آ رہا تھا کہ صبح تو میں نے اس پر حد سے زیادہ ہی ہاتھ اٹھالیا تھا۔ اچانک وال کلاک نے دو بجنے کی اطلاع دی تو انہوں نے سوچا: ”روزانہ تو میرا ننھا اس وقت سکول ڈریس چینج کر کے کھانا کھا چکا ہوتا ہے لیکن آج تو“ ....

”میرے نعمان کو پتہ نہیں کیا ہوا؟ آج تو وہ بہت دیر کر رہا ہے۔ کہیں میرے لختِ جگر کے ساتھ کوئی ناخوش گوار واقعہ تو پیش نہیں آیا؟“ اس تصور کے ساتھ ہی ان کے جسم میں خوف کی سرد لہر دوڑ گئی۔

”رضیہ! بیٹا ابو کو فون کرنا کہ آفس سے واپسی پر نعمان کو لیتے آئیں۔“ وقت نہایت تیزی سے گزر رہا تھا لیکن نعمان ابھی تک آنے کا نام ہی نہ لے رہا تھا۔ اب تو مسز

شوکت پر عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی۔ انہیں کھڑے سکون تھا نہ بیٹھے، نگاہ کبھی گھڑی پر ہوتی تو کبھی دروازے پر۔

"اللہ! میرے نعمان کو اپنی امان میں رکھنا۔ آئندہ میں اس پہ کبھی ہاتھ نہ اٹھائوں گی۔ نہ جانے کیوں میرے جگر کا ٹکڑا دیر کر رہا ہے؟" ہر گذرتے لمحہ اس کی بے قراری میں اضافہ ہو رہا تھا

"امی! ابو کا فون ہے، نعمان سکول میں بھی نہیں ہے"۔ رضیہ گھبرائی ہوئی آواز سے بولی۔ بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا:

"اے خدایا! میری آنکھوں کی ٹھنڈک کو۔۔۔۔"

اب تو واقعی وہ افسردہ ہو گئیں اور اپنے ننھے کو حد سے زیادہ ڈانٹنے پر اپنے آپ کو ملامت کرنے لگیں۔ دفعتاً وال کلاک نے گرج دار آواز میں پانچ بجنے کی خبر دی۔ تین گھنٹے اوپر ہو چکے تھے، لیکن نعمان کا ابھی تک کوئی پتا نہیں تھا۔

اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ مسٹر شوکت نہایت تیزی سے اندر داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں کوئی چیز تھی، جو سفید کپڑوں میں ملبوس تھی۔ آکر بیڈ پر رکھ دی اور مسز شوکت کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولے:

"اپنے چاند کو دیکھ لو"

مسز شوکت پر جیسے بجلی گر گئی ہو۔ فوراً اسے ٹٹولا تو اسے ایک چمکتا دمکتا، ہنستا مسکراتا، معصوم سا چہرہ نظر آیا۔ یہ نعمان کی لاش تھی ....

☆☆☆

شہید راہ وفا

ابو الکلام آزاد

دشمن جب محلہ چھوڑدے یا شہر سے نکل جائے تو سکون مل جائے لیکن مسلمانوں نے جب شہر چھوڑا اور تمام جائیدادیں کفار کے حوالے کر کے مکہ سے 300 میل دور مدینہ میں جا آباد ہوئے تو کفار پہلے سے بھی زیادہ بے قرار ہو گئے۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ ہجرت مدینہ سے انہیں یقین ہو گیا تھا کہ مسلمان الگ رہ کر تیاری کریں گے۔ اہل عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دعوت کو قبول کر لیں گا اور جب یہ قطرہ دریا بن گیا تو ہماری سرداری کا جاہ وجلال، اسلام کے سیلاب حق کے سامنے خس وخاشاک کی طرح بہہ جائے گا۔

مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کو پہل کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ قریش مکہ نے اپنی دماغی پریشانیوں کے ماتحت خود ہی آبیل مجھے مار کی روش اختیار کر لی تھی جب بدر اور احد کے میدانوں میں ان کے تیغ آزماؤں کا زعم باطل بھی ختم ہو گیا تو وہ سازش کے جال بھی بچھانے لگے۔ انہوں نے عضل اور فارہ کے ساتھ آدمیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس بھیجا اور کہلوایا: "اگر آپ ہمیں چند مبلغ عنایت فرمادیں تو ہمارے تمام قبیلے مسلمان ہو جائیں گے۔"

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے عاصم رضی اللہ تعالی عنہ بن ثابت کی ماتحتی میں کل دس بزرگ صحابہ رضوان اللہ علیہم کو وفد ان کے ساتھ بھیج دیا۔ ایک گھاٹی میں کفار کے دوسو مسلح جوان مسلمانوں کے اس تبلیغی وفد کا انتظار کر رہے تھے جب مبلغین اسلام

یہاں پہنچے تو بے نیام تلواروں نے بجلی بن کر ان کا استقبال کیا۔ مسلمان اگرچہ اشاعت قرآن کے لئے گھروں سے نکلے تھے مگر تلوار سے خالی نہ تھے۔ اس خطرہ کے ساتھ ہی دوسو کے مقابلے میں دس تلواریں نیاموں سے باہر نکل آئیں اور مقابلہ شروع ہو گیا۔ آٹھ صحابی مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے اور خبیب رضی اللہ تعالی عنہ اور زید بن رضی اللہ تعالی عنہ دو شیروں کو کفار نے محاصرہ کر کے گرفتار کر لیا۔ سفیان ہزلی انہیں مکہ لے گیا اور یہ دونوں صالح مسلمان نقد قیمت پر مکہ کے درندوں کے ہاتھ فروخت کر دیے گئے ۔

حضرت خبیب رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت زید رضی اللہ تعالی عنہ کو حارث بن عامر کے گھر ٹھہرایا اور پہلا حکم یہ دیا گیا کہ انہیں روٹی دی جائے اور نہ پانی۔ حارث بن عامر نے حکم کی تعمیل کی اور کھانا بند کر دیا گیا۔ ایک دن حارث کا نو عمر بچہ چھری سے کھیلتا ہوا حضرت خبیب رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس مرد صالح نے جو کئی روز سے بھوکا اور پیاسا تھا۔ حارث کے بچہ کو گود میں بٹھالیا اور چھری اس کے ہاتھ سے پکڑ کر زمین پر رکھ دی جب ماں نے پلٹ کر دیکھا تو حضرت خبیب رضی اللہ تعالی عنہ چھری اور بچہ لئے بیٹھے تھے۔ عورت چونکہ مسلمانوں کے کردار سے ناواقف تھی۔ یہ حال دیکھ کر لڑکھڑا گئی اور بے تابانہ چیخنے لگی۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالی عنہ نے عورت کی تکلیف محسوس کی تو فرمایا بی بی! تم مطمئن رہو، میں بچے کو ذبح نہیں کروں گا ۔ مسلمان ظلم نہیں کیا کرتے۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی خبیب رضی اللہ تعالی عنہ نے گود کھول دی۔ معصوم بچہ اٹھا اور دوڑ کر ماں سے لپٹ گیا۔

قریش نے چند روز انتظار کیا جب فاقہ کشی کے احکام اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے تو قتل کی تاریخ کا اعلان کر دیا گیا، کھلے میدان میں ایک ستون نصب تھا اور یہ اپنی

بے بسی پر رو رہا تھا ، اس کے چاروں طرف بے شمار آدمی ہتھیار سنبھالے کھڑے تھے۔ بعض تلواریں چمکا رہے تھے، بعض نیزے تان رہے تھے، بعض کمان میں تیر جوڑ کر نشانہ ٹھیک کر رہے تھے کہ آواز آئی: "خبیب آرہا ہے۔" مجمع میں ایک شور محشر بپا ہو گیا۔ لوگ ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ بعض لوگوں نے مستعدی سے ہتھیار سنبھالے اور حملہ کرنے اور خون بہانے کے لئے تیار ہو گئے۔ مرد صالح خبیب رضی اللہ تعالی عنہ قدم بہ قدم تشریف لائے اور انہیں صلیب کے نیچے کھڑا کر دیا گیا۔ ایک شخص نے انہیں مخاطب کیا اور کہا: "خبیب رضی اللہ تعالی عنہ ! ہم تمہاری مصیبت سے درد مند ہیں اگر اب بھی اسلام چھوڑ دو تو تمہاری جاں بخشی ہو سکتی ہے۔"

حضرت خبیب رضی اللہ تعالی عنہ خطاب کرنے والے کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

"جب اسلام ہی باقی نہ رہا تو پھر جان بچانا بیکار ہے۔" اس جواب کی ثابت قدمی بجلی کی طرح پر شور بھیڑ پر گری۔ مجمع ساکت ہو گیا اور لوگ دم بخود رہ گئے۔

"خبیب! کوئی آخری آرزو ہے تو بیان کرو۔" ایک شخص نے کہا۔

کوئی آرزو نہیں، بس دو رکعت نماز ادا کر لوں گا۔" حضرت خبیب رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا۔

"بہت اچھا، فارغ ہو جاؤ۔" ہجوم سے آوازیں آئیں۔

پھانسی گڑی ہوئی ہے، حضرت خبیب رضی اللہ تعالی عنہ اس کے نیچے کھڑے ہیں تاکہ اللہ کی بندگی کا حق ادا کریں۔ خلوص و نیاز کا اصرار ہے کہ زبان شاکر جو حمد حق میں کھل چکی ہے، اب کبھی بند نہ ہو۔ دست نیاز جو بارگاہ کبریا میں بندھ چکے ہیں، اب کبھی نہ کھلیں ۔ رکوع میں جھکی کمر کبھی سیدھی نہ ہو، سجدے میں گرا ہوا سر کبھی خاک نیاز سے نہ اٹھے ۔ ہر

بن موسے اس قدر آنسو بہیں کہ عبادت گزار کا جسم تو خون سے خالی ہو جائے مگر اس کے عشق و محبت کا چمن اس انوکھی آبیاری سے رشک فردوس بن جائے۔

حضرت خبیب رضی اللہ تعالی عنہ کا دل محبت نواز عشق و نیاز کی لذتوں میں ڈوب چکا تھا کہ عقل مصلحت کیش نے انہیں روکا اور ایک ایسی آواز میں جسے صرف شہیدوں کی روح ہی سن سکتی ہے، انہیں روح اسلام کی طرف سے یہ پیغام دیا کہ اگر نماز زیادہ لمبی کرو گے تو کافر یہ سمجھے گا کہ مسلمان موت سے ڈر گیا ہے۔ اس پیغام حق کے ساتھ ہی حضرت خبیب رضی اللہ تعالی عنہ نے دائیں طرف گردن موڑدی اور کہا: "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کفار نہیں بولے، مگر ان کی کھینچی ہوئی تلواروں نے جواب دیا۔ "وعلیکم السلام رحمۃ اللہ" اب آپ نے بائیں طرف گردن موڑی اور کہا: "السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔" کفار اب بھی خاموش رہے، مگر نیزوں کی انیاں اور تیروں کی زبانیں رو رو کر پکاریں:

"اے مجاہد اسلام! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ"!

مرد مجاہد خبیب رضی اللہ تعالی عنہ سلام پھیر کے صلیب کے نیچے کھڑے ہو گئے کفار نے انہیں پھانسی کے ستون کے ساتھ جکڑ دیا اور پھر نیزوں اور تیروں کو دعوت دی کہ وہ آگے بڑھیں اور ان کے صدق و مظلومیت کا امتحان لیں۔ ایک شخص آگے آیا اور اس نے خبیب رضی اللہ تعالی عنہ مظلوم کے جسم پاک کے مختلف حصوں پر نیزے سے ہلکے ہلکے چرکے لگائے اور وہی خون اطہر جو چند لمحے پیشتر حالت نماز میں شکر و سپاس کے آنسو بن کر آنکھوں سے بہا تھا، اب زخموں کی آنکھ سے شہادت کے مشک بو قطرے بن کر ٹپکنے لگا۔ پیکر صبر خبیب رضی اللہ تعالی عنہ کے دردناک مصائب کا تصور کیجئے۔ آپ ستون کے ساتھ جکڑے ہوئے ہیں۔ کبھی تیر آتا ہے اور دل کے پار ہو جاتا ہے، کبھی نیزہ لگتا ہے

اور سینے کو چیر دیتا ہے، ان کی آنکھیں آتے ہوئے تیروں کو دیکھ رہی ہیں۔ان کے عضو عضو سے خون بہہ رہا ہے، درد و تکلیف کی اس قیامت میں بھی ان کا دل اسلام سے نہیں ٹلتا۔"

ایک اور شخص آگے آیا اور اس نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالی عنہ کے جگر پر نیزے کی انی رکھ دی۔ پھر اس قدر دبایا کہ کمر کے پار ہوگئی۔یہ جو کچھ ہوا حضرت خبیب رضی اللہ تعالی عنہ کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں۔حملہ آور نے کہا:"اب تو تم پسند کرو گے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہاں لگ جائیں اور تم اس مصیبت سے چھوٹ جاؤ۔"پیکر صبر خبیب رضی اللہ تعالی عنہ نے جگر کے چرکے کو حوصلہ مندی سے برداشت کرلیا مگر یہ زبان کا گھاؤ برداشت نہ ہو۔اگرچہ زبان کا خون نچڑ چکا تھا مگر جوش ایمان نے اس خشک ہڈی میں بھی تاب گویائی پیدا کردی اور آپ نے جواب دیا:

"اے ظالم! خدا جانتا ہے کہ مجھے جان دے دینا پسند ہے مگر یہ پسند نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قدموں میں ایک کانٹا بھی چبھے۔"

نماز کے بعد حضرت خبیب رضی اللہ تعالی عنہ پر جو حالتیں گزریں، آپ بے ساختہ شعروں میں انہیں ادا فرماتے رہے، ان اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے:

- لوگ انبوہ در انبوہ میرے گرد کھڑے ہیں، قبیلے، جماعتیں اور جتھے، یہاں سب کی حاضری لازم ہو گئی ہے۔

1. یہ تمام اجتماع اظہار عداوت کے لئے ہے۔یہ سب لوگ میرے خلاف جوش وانتقام کی نمائش کر رہے ہیں اور مجھے یہاں موت کی کھونٹی سے باندھ دیا گیا ہے۔

2. ان لوگوں نے یہاں اپنی عورتیں بھی بلا رکھی ہیں اور بچے بھی اور ایک مضبوط اور اونچے ستون کے پاس کھڑا کر دیا گیا ہے۔

3. یہ لوگ کہتے ہیں کہ میں اسلام سے انکار کر دوں تو یہ مجھے آزاد کر دیں گے مگر میرے لئے ترک اسلام سے قبول موت بہت زیادہ آسان ہے، اگرچہ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں مگر میرا دل بالکل پر سکون ہے۔

4. میں دشمن کے سامنے گردن نہیں جھکاؤں گا، میں فریاد نہیں کروں گا، میں خوفزدہ نہیں ہوں گا، اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ اب اللہ کی طرف جارہا ہوں۔

5. میں موت سے نہیں ڈر سکتا، اس لئے کہ موت بہر حال آنے والی ہے۔ مجھے صرف ایک ہی ڈر ہے اور وہ دوزخ کی آگ کا ڈر ہے۔

6. مالک عرش نے مجھ سے خدمت لی ہے اور مجھے صبر و ثبات کا حکم دیا ہے۔ اب کفار نے زد و کوب سے میرے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہے اور میری تمام امیدیں ختم ہو گئی ہیں۔

7. میں اپنی عاجزی، بے وطنی اور بے بسی کی اللہ سے فریاد کرتا ہوں، نہیں معلوم، میری موت کے بعد ان کے کیا ارادے ہیں۔ کچھ بھی ہو جب میں راہ خدا میں جان دے رہا ہوں تو یہ جو کچھ بھی کریں گے، مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔

8. مجھے اللہ تعالی کی ذات سے امید ہے کہ وہ میرے گوشت کے ایک ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے گا۔ اے اللہ! جو کچھ آج میرے ساتھ ہو رہا ہے، اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع پہنچا دے۔

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے عامل تھے۔ بعض اوقات آپ کو بیٹھے بیٹھے دورہ پڑتا تھااورآپ وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑتے۔ایک دن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے پوچھا:

"آپ کو یہ کیامرض ہے؟"جواب دیا:"میں بالکل تندرست ہوں اور مجھے کوئی مرض نہیں ہے۔ جب حضرت خبیب رضی اللہ تعالی عنہ کو پھانسی دی گئی تومیں اس مجمع میں موجود تھاجب وہ ہوشربا واقعات یادآجاتے ہیں تومجھ سے سنبھلا نہیں جاتا اور میں کانپ کربے ہوش ہو جاتا ہوں۔"

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
الٰہی رحمت کند ایں عاشقان پاک طنیت را

ھنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

سلطان محمود پر اپنے تقوی اور کسر نفسی کی وجہ سے حب رسول کا بڑا غلبہ رہا۔وہ اپنی زبان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک لانے میں حد درجہ احترام کرتا اس کے ایک ندیم خاص کا نام محمد تھاوہ اس کو ہمیشہ اسی نام سے پکارا کرتا تھاایک روز اس نے اس کو تاج الدین کہہ کر پکارا وہ آئی اور شاھی حکم کی تعمیل کر کے گھر گیاتو تین دن تک سلطان کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔

سلطان نے اس کو گھر سے بلوایااور اس سے غیر حاضری کا سبب دریافت کیاتو اس نے عرض کیا کہ آقا مجھے ہمیشہ محمد کے نام سے پکارا کرتے تھے اس روز خلاف عادت مجھے تاج الدین کے نام سے پکارا گیاتو میں سمجھا کہ مجھ سے کوئی بدگمانی پیدا ہوگئی ہے اس لئے میں نے اپنی صورت نہیں دکھائی اور یہ تین روز میں نے بڑی بے چینی اور بے قراری سے گزارے سلطان نے اس کو یہ کہہ کر اطمینان دلایا کہ میں تم سے بدگمان نہیں ہوں، لیکن جب میں نے تم کو تاج الدین کہہ کر پکارا تھا اس وقت میں باوضو نہ تھا مجھے شرم آئی کہ محمد کا نام بے وضو لوں۔

(تاریخ فرشتہ جلد 1 صفحہ 74)

جو چلے تو جاں سے گزر گئے

اہلیہ مولانا عابد جمشید

کون ہے جو آج میرے ساتھ موت پر بیعت کرتا ہے یہ جوان رعنا کون ہے اس کی آنکھیں جوش جذبات میں انگارہ کیوں ہو رہی ہیں اس بھری جوانی میں تو ایسے نوجوان خوبصورت شریک حیات کی تلاش میں بنے سنورے رہتے ہیں لیکن اسے کیا ہوا! اس نے ہاتھ میں ننگی تلوار کیوں سونت رکھی ہے؟ چہرے مہرے سے بھی کسی اعلی خاندان کا لگتا ہے سرداری کی نشانیاں اس کی کشادہ پیشانی پر واضح ہیں۔۔ پھر یہ نعرہ کیسا ہے؟ اسے موت سے عشق کیونکر ہو گیا؟ شور اتنا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

انسانی اجزاء ہوا میں اڑ رہے تھے کئی دن سے جاری جنگ آج اپنے عروج پر تھی وفادار گھوڑے پتھریلی زمین پر ٹاپوں سے چنگاریاں اڑاتے اپنے شاھواروں کو لیے دشمن کی صفوں میں گھسے پڑے تھے عرب کے ریگستانوں میں پلے اس دھرتی کے نادر و نایاب گھوڑوں کی ہنہناہٹ پر نعروں کا گمان ہوتا تھا۔

عرب کے مردان صحرائی شجاعت و بہادری کی لوریاں دی گئی تھی جنگی رجز پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں پر جھپٹ رہے تھے سیاہ عماموں کی شلوں کو چہروں پر لپٹے ان شیروں کی آنکھیں یوں چمکتی تھیں کہ ان کے سامنے تلواروں کی چمک بھی ماند پڑ جاتی تھی، عرب کے صحرائی شیروں کے تن پر کپڑے تو بوسیدہ تھے لیکن ان کے بازوئوں میں بجلیاں بھری تھیں توحید پر کامل یقین نے ان کو موت کے خوف یرموک کا وسیع میدان آج اپنی تنگ دامنی کا شکوہ کرتے محسوس ہوتا تھا۔

ملک شام کی اس زرخیز کو دریائے یرموک سیراب کرتا تھا اور میدان یرموک کے تین اطراف میں کافی فاصلے پر موجود پہاڑی سلسلے سے جو ندی نالے بہتے تھے وہ بھی پہاڑوں کی زرخیز مٹی کو لا کر اس میدان کی بھینٹ چڑھا دیا کرتے تھے۔

دریائے یرموک نے ایسا نظام کبھی نہ دیکھا تحا اس کی لہریں بار بار اٹھ کر فاقہ کشی عربوں کا دیدار کر رہی تھیں، چشم فلک حیرت سے ان پچیس ہزار جانبازوں کو تک رہی تھی جو لاکھ کے لشکر جرار کے مقابلے میں یوں کھڑے تھے کہ پہاڑوں کو بھی اپنی ثابت قدمی پر شرمندگی محسوس رہی تھی۔

بازنطینی سلطنت کے حکمران قیصر نے دوماہ سے زیادہ عرصہ سے یرموک کو اپنا جنگی ہیڈ کوارٹر دے رکھا تھا اور ہر طرح کا سامان حرب اور نامور جنگجو یہاں اکٹھے کر رہا تھا۔

سیدنا عمر فاروق کو روائے خلافت پہنے ابھی صرف دس روز ہوئے تھے آپ اس جنگ کے انجام کی خبر سننے کے انتظار میں کئی دن سے سو نہیں سکے تھے۔

عکرمہ پر زمین تنگ ہو گئی تھی۔ مدینہ کی نوزائیدہ اسلامی سلطنت کی فوج نے مکہ فتح کر لیا تھا اور عکرمہ کے بارے میں حکم تھا کہ جہاں ملے اسے قتل کر دیا جائے عکرمہ جان بچا کر بھاگا لیکن مجاز کی زمین اسے پناہ دینے کو تیار نہ تھی چار و ناچار یمن جانے کا ارادہ کیا ساحل پر پہنچا ہی تھا کہ اس کی بیوی ام حکیم اسے تلاش کرتی ہوئی آ پہنچیں عکرمہ! رکو... رکو..... چلو میرے ساتھ میں تمہاری جان بخشی کا پروانہ لائی ہوں۔

عکرمہ کو اپنی سماعت پر دھوکے کا گمان ہوا ابو جہل کا بیٹا اور جان بخشی کا پروانہ.....! لیکن..... پھر فوراً خیالات کا رخ بدل گیا..... جس ہستی نے جان بخشی کی ہے وہ تو سراپا رحمت ہے تمام جہانوں کے لیے رحمت۔۔ اس بحر کرم کے سامنے عکرمہ کے جرائم کی کیا حیثیت؟

میں سرکار دوعالم کے خلاف لڑتا رہا ہوں.....؟ کیا آج ان رومیوں سے ڈر کر بھاگ جائوں گا؟

بولو کون ہے؟ جو آج میرے ساتھ موت پر بیعت کرتا ہے؟ عکرمہ کی آواز جوش سے کانپ رہی تھی عرب کا ایک سجیلا جوان تلوار لہرا کر چلایا۔ میں آسمان اس بہادر کو دیکھنے کے لیے جھک آیا۔ یرموک کی شوریدہ سر لہروں نے اس کو زیارت کو سر اٹھایا۔ دور بہت دور پہاڑوں چوٹیوں نے آنکھیں مل مل کر اس جوان کو پہنچاننے کی کوشش کی یہ تو ابو العاص کا بانکا صاحبزادہ ہے ہشام.....!

میں بھی موت پر بیعت کرتا ہوں.....

ایک اور شیر گرجا۔

یرموک کی وادی اس دھاڑ سے ہل کر رہ گئی الٰہی یہ کن مائوں کے جنے ہیں؟ ان کو کن شیرنیوں کی گود میں پلنا نصیب ہوا ہے؟ موت کا خوف کیوں نہیں ان کے دل میں؟ کس دربار عشق سے فیض یافتہ ہیں یہ؟ چشم دھر نے ایسے نظارے اس سے پہلے کہاں دیکھے ہیں.....

یہ کون سجیلا جوان ہے؟

کہیں یہ سہیل تو نہیں۔۔ ہاں وہی بہادر ہے سہیل یہ عجیب جنگ تھی ایک طرف دو لاکھ کا لشکر جرار۔۔ تمام کے تمام کیل کانٹے سے لیس..... دنیا کی سپر پاور ہونے کے دعویدار۔۔ عظیم سلطنت روما کی خاص الخاص شاہی فوج۔

دوسری طرف..... پچیس ہزار..... صرف پچیس ہزار..... اکثر کے تن پر کپڑے بھی پورے نہیں..... جو پورے لباس میں ملبوس ہیں ان میں سے اکثر پیوند زدہ..... گھوڑے بھی سب کے پاس نہیں..... کچھ کے پاس تو تلواریں بھی نہیں..... گاڑنے کی چوبیں اٹھائے کھڑے ہیں..... لیکن دل میں صرف ایک ذات کا خوف..... پیشانی جھکتی ہے تو اس کے آگے...

دربار نبوت سے براہ راست فیض یافتہ ایثار و قربانی کے زندہ جاوید مثالیں..... دن کو شہسوار اور راتوں کو نماز میں کھڑے ہو کر رونے والے.....!

زخموں سے چور آخری سانسیں لیتے عکرمہ نے ادھ کھلی آنکھوں سے اپنے چچازاد کو دیکھا جو پانی کی چھاگل اٹھائے ان پر جھکے ہوئے تھے۔ انہوں نے فوراً چھاگل کے منہ پر بندھی چمڑے کی باریک رسی کھولی۔ عکرمہ کے ہونٹوں کو چھاگل کے منہ نے چھوا..... پانی.....

ہشام کی آواز عکرمہ کے کان میں پڑی اسی شیر نے کچھ دیر پہلے عکرمہ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی تھی..... عکرمہ کے ہونٹ پانی کو چھونے سے پہلے ہی بند ہو گئے۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں چچازاد کو اشارہ کیا کہ پہلے ہشام کو پلائو۔

ایثار پیشہ بھائی کو دیکھتے ہوئے ابوجہم محبت سے تیزی سے ہشام کی طرف بڑھے۔ چھاگل کے منہ نے ابھی ہشام کے زخمی ہونٹوں کا بوسہ لیا ہی تھا سہیل کی آواز کو کیسے بھول سکتے تھے یہ وہی سہیل تھے جنہوں نے ہشام کے فوراً بعد عکرمہ کی جانب سے لگائی جانے والی موت کی صدا پر لبیک کہا تھا۔

پہلے سہیل کو پانی پلائو.....

زخموں سے چور ہشام نے کہنا چاہا لیکن ان کی زبان نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ ہشام نے سر کی حرکت سے اشارہ کیا کہ پہلے سہیل کو پانی پلائو ابوجہم تیزی سے سہیل کی طرف لپکے..... لیکن..... وہ حور ان بہشتی کے ہاتھ سے سلسبیل کے جام پینے ملاء اعلی کی طرف پرواز کر چکے تھے۔ ابوجہم نے آہستگی سے ان کا سر واپس زمین پر رکھا اور ہشام کی طرف بڑھے کہ ان کو پانی پلائیں۔ لیکن..... ہشام وہ پانی کیسے پی لیتے جو سہیل کے زخمی گلے کو ترنہ کر سکا تھا..... سہیل اور ہشام وہ دونوں بھائی..... وہ دونوں صحرائی شیر..... جنہوں نے یکے بعد

دیگرے عکرمہ کی آواز پر لبیک کہا تھا..... اسی طرح..... وفا کی ایک نئی..... انمٹ داستان یرموک کی سرخ مٹی پر رقم کرتے ہوئے اپنے رحیم و کریم خالق سے جا ملے تھے.....

ابو جہم نے نم آنکھوں سے اس ایثار پیشہ انسان کو دیکھا سہیل کی پیاس بجھانے کی خاطر خود اس دنیا سے پیاسا رخصت ہو گیا تھا اور پھر چھاگل تھامے اپنے چچازاد عکرمہ کی طرف بڑھے..... اللہ اکبر الٰہی یہ دیوانے کس بستی کے رہنے والے ہیں؟ انوکھی وضع..... سارے زمانے سے نرالے.....! چشم فلک ایسے نظارے کہاں دیکھے تھے؟ یرموک کے وسیع میدان کو اپنی وسعت ان شیروں کی وسعت ظرفی کے سامنے تنگ پڑتی دکھائی دے رہی تھی..... دریائے یرموک کی لہروں نے آخری مرتبہ اٹھ کر یہ نظارہ دیکھا اور پھر ان میں بھی ہمت نہ رہی..... دور..... بہت دور..... فلک بوس پہاڑوں کی چوٹیوں نے ڈبڈبائی آنکھوں سے ایثار کی یہ لازوال مثال دیکھی..... آسمان رو پڑا..... زمین کا کلیجہ پھٹنے لگا..... عکرمہ کی روح بھی اپنے وفادار ساتھیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے..... ابو جہم کی چھاگل سے اپنے لبوں کو تر کیے بغیر..... اپنے آقا سے ملاقات کے شوق میں..... اس دار فانی میں ایک لازوال داستان وفا رقم کر کے..... عرش الٰہی کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں میں بیٹھے ایک سبز پرندے کے پیٹ میں سما گئی ..... یہ سبز پرندہ اب قیامت تک عرش الٰہی کے سائے میں رہے گا..... لیکن میں نے جب بھی چشم تصور میں یرموک کے میدان کو دیکھا تو اسے یہ یہی سوچتے ہوئے پایا کہ میں اپنے سینے پر لڑی جانے والی اس وحشت ناک جنگ میں ایک لاکھ بیس ہزار رومیوں کے قتل اور عبرت ناک شکست پر جشن منائوں..... لیکن ہزار مسلم شہداء کا سوگ منائوں..... وہ شہداء جن کے سردار عکرمہ..... ہشام اور سہیل تھے...

☆☆☆

خلیفہ ثانی، سیرت و کردار کے آئینہ میں

ماریہ خان، مانسہرہ

نام ونسب:

عمر نام، ابو حفص کنیت، فاروق لقب والد ماجد کا نام خطاب اور والدہ ماجدہ کا نام ختہ۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ آٹھویں پشت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے: عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوئی۔

تمام اہل السنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سب سے افضل صحابی ہیں اور وہی ان کے بعد مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، ہجرتِ نبوی سے 40 برس پہلے پیدا ہوئے۔ زمانۂ جاہلیت میں جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے، ان میں سے ایک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

کتبِ سیرت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک مشہور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنی ہمشیرہ پر ظلم کیا اور پھر انہی کی طرف سے قرآن سننے کے بعد اسلام لے آئے۔ اس ضمن میں ایک روایت خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی زبانی ہے کہ: انہوں نے مسجد حرام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے دوران سورۃ الحاقہ کی تلاوت کرتے ہوئے سنا اور وہ قرآن کریم کے نظم و اسلوب سے حیرت زدہ ہو گئے۔ مکمل سورت کی تلاوت سن کر بالآخر انہیں محسوس ہوا کہ اسلام ان کے دل میں پوری طرح گھر کر

گیا ہے۔ مورخین اسلام کی رائے کے مطابق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبوت کے ساتویں سال میں ایمان لے آئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تھی کہ

اللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ: بِأَبِي جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔

اے اللہ! ابو جہل اور عمر بن خطاب میں سے جو آپ کو زیادہ محبوب ہو اس کے ذریعے اسلام کو غلبہ عطا فرما۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ یہ روایت بیان کر کے آگے کہتے ہیں کہ :

وَكَانَ أَحَبَّهُمَا إِلَيْهِ عُمَرُ .

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں میں سے عمر رضی اللہ عنہ زیادہ محبوب تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

مَا زِلْنَا أَعِزَّةً مُنْذُ أَسْلَمَ عُمَرُ

عمر رضی اللہ عنہ نے جب سے اسلام قبول کیا تب سے ہماری طاقت و قوت میں اضافہ ہوتا گیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دین میں اس قدر پختہ تھے کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان بھی ان کے مقابلے میں آنے سے کتراتا تھا۔ اسی حقیقت کے متعلق نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی ہے کہ:

يَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ

اے ابن خطاب! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب کبھی شیطان کا سرِ راہ تم سے سامنا ہوتا ہے تو وہ تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے پر چل دیتا ہے۔

یہ بات بھی بہت مشہور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو موقف اختیار کرتے تھے تو اس کی تائید میں قرآن مجید نازل ہو جاتا تھا۔

جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ مقام ابراہیم کو مستقل جائے نماز بنانے کی رائے، امہات المومنین کو حجاب کا حکم دینے کی رائے اور بدر کے قیدیوں سے متعلق رائے کے ذریعے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے رب سے موافقت کی تھی۔

اسی موضوع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ

بے شک اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور ان کے دل پر حق رکھ دیا ہے اور

لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ فَإِنْ يَكُ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ

تم لوگوں سے پہلی امتوں میں محدثون یعنی الہامی لوگ ہوا کرتے تھے۔ اگر میری امت میں کوئی ایسا ہے تو وہ عمر ہے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی کچھ ایسی ہی گواہی دیتے ہوئے کہتے ہیں

جب بھی لوگوں کو کوئی مسئلہ پیش آتا جس میں آراء مختلف ہوتیں اور عمر رضی اللہ عنہ کوئی اور رائے پیش کرتے تو قرآن کریم انہی کی رائے کی تائید میں نازل ہو جاتا۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف اشارہ ایک حدیث سے یوں ملتا ہے۔

دوران خواب میں نے اپنے آپ کو ایسے کنویں پر پایا جس کی منڈیر نہیں تھی، اس میں ایک ڈول تھا۔ میں نے اس کنویں سے جتنے اللہ تعالیٰ نے چاہے ڈول کھینچے پھر اس ڈول کو

ابن قحافہ ابو بکر نے تھام لیا۔ انہوں نے اس کنویں سے ایک یا دو ڈول کھینچے، ان کے کھینچنے کی کمزوری کو اللہ معاف فرمائے، اس کے بعد ڈول بڑے ڈول میں تبدیل ہو گیا اور اس کو ابن الخطاب نے پکڑ لیا۔ میں نے انسانوں میں کوئی مضبوط طاقتور شخص نہیں دیکھا جو عمر کی طرح ڈول کھینچتا ہو۔ اس نے اتنے ڈول کھینچے کہ سب لوگ جانوروں اور زمین سمیت سیر اب ہو گئے۔ یہ حدیث سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کی واضح دلیل ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد وہی خلیفہ راشد قرار پائیں گے۔ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خود بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مداح تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں کھڑا تھا جو عمر رضی اللہ عنہ کیلئے اُس وقت دعا کر رہے تھے جب آپ کو چارپائی پر لٹایا گیا تھا۔ اچانک میرے پیچھے سے ایک شخص نے اپنی کہنی میرے کندھوں پر رکھی اور یوں دعا کی :

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، مجھے اللہ تعالیٰ سے امید تھی کہ وہ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ہی جمع کر دے گا، کیونکہ میں اکثر و بیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ سنا کرتا تھا کہ "میں، ابو بکر اور عمر تھے، میں ابو بکر اور عمر نے یوں کیا، میں ابو بکر اور عمر گئے" تو اسی لیے مجھے پہلے سے امید تھی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھیوں کے ساتھ ہی اکٹھا کر دے گا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ علی رضی اللہ عنہ تھے جو یہ دعا کر رہے تھے۔ دس سالہ خلافت کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک بدبخت فیروز ابولولو کے ہاتھوں شہید ہوئے اور یکم محرم سن 24ھ کو اپنا رخت سفر باندھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں ہمیشہ کی نیند سو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوئے اور وہ اپنے اللہ سے راضی ہوئے تھے۔

سالانہ تبلیغی اجتماع پر حاضری

مولانا محمد کلیم اللہ

حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کئی نصائح فرمائیں۔ گویا ساری زندگی کی تعلیم کا خلاصہ سمجھایا، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پاسداری، معاشرت، معاملات، آداب، عبادات وغیرہ پر ایک جامع پر اثر خطبہ دیا، آخر میں صحابہ کرام کو مخاطب بنا کر فرمایا **فلیبلغ الشاھد الغائب** حاضرین یعنی جتنے تم یہاں موجود ہو غائبین تک یعنی ان لوگوں کو جو یہاں نہیں آسکے ان تک یہ اسلامی احکامات کو پہنچا دینا۔

چنانچہ پھر چشم فلک نے وہ نظارے بھی دیکھے جب صحابہ اللہ کے دین کا پرچم لیے ساری دنیا میں پھیل گئے۔ ہر رنگ و نسل، امیر و غریب، شاہ و گدا، کالے گورے، عرب و عجم پیر و جواں، الغرض تمام اقوام عالم تک خدا کا آخری اور ابدی پیغام پہنچانے لگے۔

راستے میں ان مشکلات کو بھی صبر و تحمل سے برداشت کرتے رہے جن سے تنومند پہلوانوں کا بھی پتا پانی ہو جاتا ہے اپنے پرایوں کے طعنے سہتے رہے اجازت ہو تو آج کی زبان میں ایک جملہ کہہ دوں؛ ملائیت، قدامت پسندی، جدید دور کے تقاضوں سے بے خبر، نابلد، شمشیر وسناں والے جنگجو، شدت پسند وغیرہ جیسے الزامات اپنے بارے میں سہتے رہے لیکن **وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر** کی عملی تصویر بنے دنیا کے کونے کونے میں خدا کی وحدانیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت، قرآن کی صداقت، یوم آخرت پر ایمان، سنت کی بہاریں، بدعات و رسومات رواج اور خرافات سے اجتناب کو عام کرتے رہے

وقت کا پہیہ گھومتا رہا دھیرے دھیرے غیر مسلم اقوام اسلام کے سایہ عاطفت میں پناہ گزین ہوتے رہے اہل اسلام کی تعداد میں برابر اضافہ ہوتا چلا گیا اور معاشرے میں پھیلی ہوئی تمام رسومات کی جگہ نبی آخر الزمان کی سنتیں رائج ہونا شروع ہو گئیں اہل علم وفضل اپنے اپنے میدان میں اوج ثریا کو چھونے لگے۔

پھر۔۔۔ عرصہ طویل گزرا۔۔ دشمنان اسلام جو ابھی اپنی ناکامی کے زخم چاٹ رہے تھے انہوں نے اہل اسلام سے بدلہ لینے کی منصوبہ بندیاں کرنے لگے اور اہل اسلام میں نت نئے فتنوں کی بنیادیں کھڑی کرنا شروع کیں۔ بدعات اور الحاد کی باد سموم چلائیں جس کے ذریعے وہ سنت کے آشیانے کو مٹانے کے خواہاں تھے بدعت والحاد کی طوفان خیزی بروئے کار لائی گئی، کفر وارتداد کے جھکڑ پر جھکڑ چلائے جانے لگے۔

لیکن۔۔۔ دین اسلام کے متوالوں (خصوصا علماء کرام) نے ان کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور ان کے سامنے سد سکندری بن گئے۔

سنت کے مینارہ نور کو اپنے عمل سے روشن کیے رکھا، اسلام کے جاودانی پیغام کو اپنا لہو دے کر سیراب کیا۔ اپنی جان، اپنا مال اور اپنا وقت سب کچھ اللہ کے راستے میں لٹانے کے لیے دیوانہ وار نکل کھڑے ہوئے اور اصحاب کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے گلی گلی، نگر نگر، کوچہ کوچہ، قریہ قریہ چہار دانگ عالم میں دین اسلام کو باقی رکھنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی اور عملی زندگی کی ترجمانی کرنے کے لیے اپنے گھر بار، آل واولاد، بیوی بچے، ماں باپ، بہن بھائی، قوم قبیلہ، برادری وخاندان، تجارت وکاروبار، مال ومتاع، عیش وعشرت سب کچھ اللہ کے نام پر قربان کرتے ہوئے اپنے گھروں کو خیر باد کہہ دیا۔

مولانا محمد الیاس دہلوی کے دل میں اللہ رب العزت نے اس کام کا ایک طریق کار القاء کیا، کہ جماعت تبلیغ کے نام سے لوگوں کو اللہ کی وحدانیت، اسلام کی حقانیت، دین کی صداقت، رسول اللہ کی رسالت وختم رسالت، قبر، حشر برزخ، آخرت، جنت، جہنم سے باخبر کیاجائے۔ چنانچہ اس بنیادوں پر اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مولانا محمد الیاس دہلوی رحمہ اللہ کے ساتھ چند بوریا نشین جمع ہوگئے اور اللہ کی عظمت کے گن گاتے ہوئے پوری روئے زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

ان کے اخلاص کے اندازہ بندہ کو اس وقت ہوا جب میں رائے ونڈ کے سالانہ تبلیغی اجتماع منعقدہ 17 نومبر میں حاضر ہوا۔لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا تاحد نگاہ وسیع سمندر ہے جو بغیر کسی لالچ اور طمع کے خالصتاً اللہ کی رضا اور خوشنوی کے حصول کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں۔

بزرگان دین کے بیانات، نوافل، شب زندہ داری، ذکر واذکار، تعلیمی حلقہ جات، لوگوں کا باجماعت تکبیر اولی کے ساتھ ادائیگی نماز، قرآن کی تلاوت، سنتیں سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کا اہتمام، لاکھوں کے اس عظیم اجتماع میں مجال ہے کہ آپس میں کوئی ہاتھاپائی ہوئی ہو۔۔۔اور کیسے ہوتی؟ بزرگوں نے تعلیم دی ہے اپنی غلطی پر معافی مانگ لو اور دوسرے کی غلطی کو معاف کر دو۔

یہاں میں نے دیکھا کہ سب کے سب نیچے سخت زمین پر بستر لگائے ہوئے ہیں اس مشقت کے باوجود پورے پاکستان سے اور بیرون ممالک سے جوق در جوق لوگ اس میں کھنچے چلے آرہے ہیں چند دن کی عارضی تکلیف وپریشانی، جفاکشی کے عوض اپنی عقبی اور آخرت سدھار رہے ہیں۔

ہزارہا بے نمازی توبہ کرکے پکے نمازی بن رہے ہیں، سود لینے دینے والے آج ندامت کے اشک بہا کر اپنے خدا کو راضی کر رہے ہیں، رشوت لوٹ کھسوٹ والے بھی چشم نم ترکیے بیٹھے ہیں۔

ماں باپ کے نافرمان دل ہی دل میں والدین کی خدمت کا جذبہ خیر سگالی لیے اس وقت کا انتظار کر رہے ہیں کہ کب ان کو یہ ساعتیں نصیب ہوں جب وہ اپنے والدین کی خدمت کر سکیں۔

لاتعلقی اور قطع رحمی کرنے والے، جھوٹ بولنے غیبت کرنے والے، شراب پینے پلانے والے، رقص وسرود کی محفلیں جمانے والے، ناجائز آمدن لینے والے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پامال کرنے والے آج رورو کر اپنے اللہ کو راضی کر رہے ہیں۔ یہاں کوئی قومیت، لسانیت اور علاقائیت وغیرہ نہیں چلتی۔

بندہ صاحب ومحتاج وغنی ایک ہوتے
تیرے دربار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

سالانہ اجتماع کو وقت کے اعتبار سے دو حصوں پر تقسیم کر لیا گیا ہے۔ پہلے اجتماع میں تقریبا 10 لاکھ افراد شریک تھے اور تین دن بعد سب لوگ اپنی اپنی تشکیلات کے مطابق یہاں سے چلے گئے۔ پنڈال بالکل خالی ہو گیا۔ پھر دوسرے اجتماع میں تقریبا 8 لاکھ افراد شریک ہوئے اور وہ بھی اپنے وقت مقررہ کے مطابق اختتام پذیر ہو گیا۔

پنڈال کے چاروں اطراف میں بازار لگے ہیں ان میں کوئی گانا نہیں بج رہا تھا کوئی فلمیں نہیں چل رہیں، کوئی گالم گلوچ نہیں بلکہ کاروباری لوگوں نے پنڈال میں آئے ہوئے مسافروں کے لیے سہولیات فراہم کر رکھی ہیں۔ سستی اور معیاری اشیاء ضرورت میسر کر

رہے ہیں اشیائے خورونوش ودیگر ضروریات زندگی کی اشیاء بھی یہاں نہایت کم قیمت اور بلند معیار کی مل جاتی ہیں۔

چلتے چلتے میں منبر کی پچھلی جانب بازار میں داخل ہوا اور چند قدم کے فاصلے پر مجھے ایک بینر نظر آیا جس پر یہ الفاظ آویزاں تھے۔

میں خاک نشیں میری جاگیر مصلی
شاہوں کو سلامی میرے مسلک میں نہیں

یہ اس درویش کی خدامست کا اسٹال تھا جس پر اس شعر کا ایک ایک حرف سچا آتا ہے یعنی الاستاذ المکرم، متکلم اسلام، وکیل احناف، خطیب بے بدل حضرت اقدس مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

ان کے اس اسٹال کی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں عقیدے اور مسلک پر مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ کی شائع شدہ کتب کا وسیع ذخیرہ، مسائل ودلائل پر مبنی پوسٹرز، آڈیو ویڈیو بیانات علاوہ ازیں سی ڈیز وغیرہ سستے داموں میسر ہوتی ہیں۔

اجتماع میں شریک دور دراز سے آنے والے افراد اس اسٹال پر بطور خاص تشریف لاتے ہیں دو وجہ سے

نمبر 1۔ استاد جی مولانا محمد الیاس گھمن سے شرف زیارت

نمبر 2۔ مسلک اور عقیدے پر لٹریچر کا حصول

استاد محترم اجتماع کے دنوں صبح سے شام تک اسٹال پر ہی موجود رہتے ہیں تاکہ ملنے والے خواہش مند حضرات کو آسانی رہے۔

راقم الحروف بھی وہاں حاضر ہوا۔ استاد محترم کے ارد گرد لوگوں کا ایک جم گھٹا تھا ان کا اکرام بھی کیا جارہا تھا اور مشن اور کاز کے حوالے سے رہنمائی بھی دی جارہی تھی۔

بندہ کافی دیر تک اسٹال پر رہا۔۔۔ پھر بھائی مولانا محمد اعجاز قصوری کی ہمراہی میں واپس لاہور آگیا۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالی اس طرح کے دینی اجتماعات میں شریک تمام افراد کو اور دنیا میں بسنے والے ہر مسلمان کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور ہم سب کو نبی اکرم کی شفاعت نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم

بیک			
بیک فل پیج 4 کلر	3000	3/4 بیک پیج 4 کلر	2500
ہاف بیک پیج 4 کلر	2000	1/4 بیک پیج 4 کلر	1500
اندرون			
فل پیج ون کلر	1800	3/4 ون کلر	1500
ہاف پیج ون کلر	1300	1/4 ون کلر	800
مین پیج ان سائیڈ			
فل پیج ون کلر	2000	3/4 پیج ون کلر	1300
ہاف پیج ون کلر	1000	1/4 پیج ون کلر	800
ایک پٹی 1.5 انچ مین ٹائٹل	2000	پٹی 1.5 انچ بیک ٹائٹل	600

جناب !حاجی صاحب

رانا رضوان، فاروق آباد

سیٹھ عبدالرزاق آج بہت خُوش تھا اور خُوش کیوں نہ ہُوتا کہ آج اُس کی برسوں پرانی مُراد بَر آنے والی تھی۔ وہ ایک ایسے قافلے میں شریک ہُونے جارہا تھا کہ جِس قافلے کی منزل حَرمِ پاک تھی۔ وہ کئی دِنوں سے اپنے رشتہ داروں سے مُلاقات کر رہا تھا اور ہر ایک آنے والے کو بتارہا تھا کہ آخر اس کا بُلاوا بھی دیارِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگیا ہے، وہ اپنے شہر کا جانا مانا رَئیس تھا ایک مُدت سے دِیارِ حَرم کی زمین کو بوسہ دینے کی خُواہش اُس کے دِل میں مچل رہی تھی اور بِلآخر آج وہ دِن آپُہنچا تھا کہ اُسے اِس مُبارک سفر کی سعادت حاصل ہُونے جارہی تھی۔ اور پھر وہ گھڑی بھی آپُہنچی کہ وہ اپنے بیوی، بَچوں سے الوداع ہو کر عازم سفر ہُوگیا دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کے تصور کی خُوشی اس قدر تھی کہ اس احساس نے اِسے اپنوں کی جُدائی کا کوئی خاص مَلال نہ ہُونے دِیا۔

الوداع کرتے ہُوئے مُحلہ داروں، دوست احباب اور گھر والوں نے سوا من پھول کی پتیاں بھی اُس پر نچھاور کر ڈالیں تھیں اُس نے برقی قمقموں سے جگمگاتے ہوئے اپنے گھر پر الوداعی نِگاہ ڈالی اور اپنے مُلازم عبداللہ کے ساتھ قافلے والوں کے ساتھ عازم سفر ہُوگیا۔ عبداللہ اُس کا خاص مُلازم تھا جِسے گھر والوں نے اِصرار کر کے سیٹھ عبدالرزاق کے ساتھ کر دِیا تھا تاکہ عبداللہ سفر میں آنے والی تکلیفوں کو خُود پر بَرداشت کرتے ہوئے سیٹھ عبدالرزاق کیلئے آسائش پیدا کر سکے اور عبداللہ کی خِدمت نے ثابت کر دِیا تھا کہ سیٹھ عبدالرزاق کے گھر والوں کا فیصلہ بالکل صائب تھا۔ واقعی عبداللہ کی موجودگی میں کبھی سیٹھ عبدالرزاق کو شکایت کا کوئی موقع ہاتھ نہیں آیا تھا۔

عبداللہ جہاں ایک بہترین خِدمتگار ثابت ہُوا تھا وہیں وہ ایک بہترین باورچی بھی ثابت ہُوا تھا تمام سفر میں اپنے مالک کی ہر ایک ضرورت کا اُس نے دھیان رکھا تھا بلکہ جب کبھی سیٹھ عبدالرزاق آرام کی زیادتی کے سبب اپنی تھکن کا اِظہار کرتا تُو فوراً عبداللہ اپنے مالک کے ہاتھ پاؤں دَبانا شروع کر دیتا جس کی وجہ سے سیٹھ عبدالزاق کا کاہل جسم پھر سے توانا ہُو جاتا اور آخر وہ دِن بھی آپُہنچا کہ مِیر کارواں نے منزل کے آنے کا مُژدہ جاں فِزا سب کو سُنایا۔ تب ہر چہرہ خُوشی سے تمتمانے لگا تھا۔

کعبۃ اللہ پر پہلی نظر پڑتے ہی ہر آنکھ اشکبار نظر آرہی تھی اور ہر چہرے کو دیکھ کر یُوں محسوس ہُو رہا تھا کہ جیسے صدیوں سے محبوس غلاموں کو آزادی کا پروانہ مِل گیا ہُو۔ طواف و سعی کے بعد سب ایک قطار میں اپنے سر مُنڈوا رہے تھے کسی نے بڑھ کر آبِ زَم زَم پیش کیا۔ تُو کوئی عمرہ کی مُبارکباد دے رَہا تھا رِہائش چُونکہ حَرم سے نزدیک تر تھی اِس لئے جس کا جب جی چاہتا حَرم میں چلا آتا اور گھنٹوں گُزر جاتے لیکن وقت کا احساس نہیں ہُوتا۔

وقت مگر کسی کیلئے کب ٹھہرتا ہے سو گُزرتا رَہا۔ گُزرتا رَہا۔۔۔ اور ایک دِن چاروں جانب سے مِنٰی چلو۔ مِنٰی چلو کی صدائیں آنے لگیں اور عبداللہ تمام سامانِ ضرورت اپنے توانا کاندھوں پر سنبھالے سیٹھ عبدالرزاق کے پیچھے پیچھے چلا جارہا تھا 2 دِن بعد وہ عرفات کے میدان میں موجود تھے اور رُو رُو کر خُدائے رَحمٰن سے اپنے گُناہوں کی معافی مانگ رہے تھے مغرب کی آذان سُنتے ہی وہ مُزدلفہ کے میدان کی جانب چل دیے تھے اگلے دِن شیطان کو کنکریاں مارنے اور قربانی سے فارغ ہُونے کے بعد جب وہ اپنے خیموں میں داخِل ہوئے تُو عبداللہ اپنے مالک کو نمکین گوشت کھلانے کیلئے تیاری کر رہا تھا۔

آج سب طوافِ زیارت سے فارغ ہُو چُکنے کے بعد اپنے خیموں میں موجود تھے اور امیر قافلہ کے حُکم کے منتظر تھے آج پھر سب کو اِک مبارک سفر درپیش تھا کوئی خُوبصورت لہن

میں،، حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دِیکھو۔ کعبہ تُو دیکھ چُکے اب رسول اللہ کا روضہ دیکھو۔۔ پڑھ کر حاجیوں کے عشق کو مزید بیدار کر رہا تھا اور آخر وہ مُبارک ساعت بھی آپُہنچی جب اَمیر قافلہ نے کُوچ کا حکم سُناڈالا اور تمام حاجی مُجرموں کی طرح سَروں کو جھکائے ادب سے قافلہ میں شریکِ سفر تھے۔

سفر جاری تھا کہ کِسی دیوانے نے صدا لگائی وہ دِیکھو سبز گُنبد نظر آرہا ہے اور ساتھ ہی مسجد نبوی کے نُور بار مینار بھی نظر آرہے ہیں ہر آنکھ دیوانے کے ہاتھوں کا اِشارہ پاتے ہی شوقِ دیدار کی خاطر دیوانہ وار طوافِ مینار و گُنبد میں مصروف تھی مگر ایک دیوانہ تھا جو اپنی نِگاہوں کو باوجود ہزار خُواہش نہیں اُٹھا پا رہا تھا۔

مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) پُہنچ کر اَمیر قافلہ نے اعلان کیا سب بقیع کی جانب چلو ہم باب جبرائیل سے باادب طریقے سے قدموں کی طرف سے داخل ہونگے ہر ایک پروانہ وار وجد کی کیفیت طاری کئے حاضر ہُونے کیلئے بیقرار تھا لیکن وہ دیوانہ اپنی نظریں جُھکائے دروازے کے باہر ہی ٹھہر گیا تھا عبدالرزاق نے اُس دیوانہ کی اِس حرکت کو مُلاحِظہ کیا تُو دیوانے کے قریب چلا آیا اور کہنے لگا عبداللہ ہر مسلمان کی خُواہش ہوتی ہے کہ اپنے کریم آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے روضے پر حاضر ہُو کر شفاعت کی سند حاصل کرے لیکن عبداللہ میں دیکھ رَہا ہُوں کہ تُم اندر داخل ہونے کے بجائے باہر ٹھہر گئے ہو کیا تُمہیں یہ اندیشہ ہے کہ کوئی ہمارا سامان یہاں سے اُٹھا کر لے جائے گا۔ سُنو اگر ایسا کوئی وہم تمہارے دِل میں موجود ہے تُو اِسے باہر نِکال پھینکو اور یہ سعادت حاصل کر لُو یہ موقع ہر ایک کو نہیں مِلتا تُم خُوش نصیب ہُو جو یہاں تک پُہنچنے میں کامیاب ہُو گئے ہُو۔

عبداللہ کے قدم سیٹھ عبدالرزاق کی بات سُن کر بھی ٹس سے مس نہ ہوئے سیٹھ عبدالرزاق کو عبداللہ کی اِس نافرمانی سے تشویش لاحق ہُونے لگی تھی ایکبار پھر سیٹھ عبدالرزاق

نے عبداللہ کے کاندھوں کو جھنجوڑتے ہُوئے دھیمے لہجے میں کہا عبداللہ کیا میری بات سمجھ میں نہیں آرہی تمہیں؟

عبداللہ نے نہایت غمگین لہجے میں مالک کو جواب دِیا میرے آقا میں جانتا ہُوں کہ ہر مسلمان کے دِل کی خُواہش ہوتی ہے کہ وہ ایک بار ضرور اِس دربار میں حاضر ہُو اور مجھے قُرآن مجید کا وہ فرمان بھی معلوم ہے کہ جس میں گُناہگاروں کو بخشش کیلئے اپنے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قدموں میں حاضر ہو کر معافی چاہنے کا حکم دِیا گیا ہے لیکن میرے آقا میں کروں کہ مجھ میں اِتنی ہمت نہیں کہ اپنی زندگی بھر کی گُناہوں کی پُوٹلی لیکر اپنے کریم آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رُوبرو حاضر ہُو سکوں اِس لئے مجھے اپنے حکم کی تعمیل سے قاصر سمجھتے ہوئے مُعاف فرما دیجئے وہ جانتے ہیں کہ اُن کا ایک غلام شرمندگی کے سبب اُن کے سامنے حاضر ہونے سے شرما رہا ہے اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ وہ میرے اِس عُذر کو قبول فرماتے ہُوئے میری شفاعت کا ذِمہ بھی اپنے مقدس ہاتھوں میں ضُرور لیں گے اور میں بھی اُن کے دربار سے خالی ہاتھ ن ہیں جاؤں گا۔

دِیارِ حَبیب (صلی اللہُ علیہ وسلم) سے حاجیوں کا قافلہ رحمتیں برکتیں اور مغفرتیں سمیٹ کر واپس اپنے وطن کیلئے رَواں دواں تھا مدینہ طیبہ سے روانہ ہوتے جو قافلہ جُدائی کے سبب مغموم اور بیقرار تھا اب معمول کے مُطابق آپس میں ہنسی مذاق کرتا ہُوا آگے بڑھ رَہا تھا مگر عبداللہ کو جیسے چُپ سی لگ گئی تھی عبداللہ کی خِدمت گُزاری میں حالانکہ کوئی کمی نہیں آئی تھی مگر اب عبداللہ کی شوخیاں نہ جانے کہاں گُم ہو کر رہ گئی تھی۔

تمام قافلہ والوں کو اگرچہ اَمیر قافلہ نے تاکید کی تھی کہ واپسی سے قبل سفر کی ضرورتوں کا مکمل سامان ساتھ رَکھا جائے مگر بہت کم لوگ تھے جنہوں نے اَمیر قافلہ کی بات پر کان دَھرا تھا۔ البتہ ایسا کوئی حاجی نہ تھا جس نے تحائف خَریدنے میں کوئی کمی چھوڑی ہُو۔

شائد یہی وجہ تھی کہ اکثر حاجیوں کا زاد راہ نصف راستے میں ہی خَتم ہُونے لگا تھا۔ ایک دِن عبداللہ نے اپنے مالک کو خبر دِی کے کھانا پکانے کیلئے گھی موجود نہیں ہے اور قافلہ میں بھی ایسا کوئی شخص موجود نہیں جو وافر مقدار میں گھی رکھتا ہُو اگر آپ حکم دیں تُو سادہ پانی سے ہی شوربہ تیار کرلوں۔ سیٹھ عبدالرزاق نے عبداللہ کو سمجھایا کہ جب تک قافلہ ٹھہرا ہُوا ہے تُم نزدیک کی بستی میں چلے جاؤ اور اُنہیں بتانا کہ ہم حاجی لوگ ہیں اور واپسی کے سفر میں ہیں وہ ضرور حاجیوں کا سُن کر تُمہیں گھی دے دیں گے۔ اَگلے پڑاؤ پر عبداللہ نے اپنے مالک کو آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ ہمارے پاس اب نمک بھی خَتم ہُو چُکا ہے۔ مالک نے پھر وہی جُملہ دُھرایا کہ اس بستی کے مکینوں کو جاکر بتاؤ کہ ہم حاجی ہیں کوئی تُمہیں نمک دینے میں تامل نہیں کرے گا اور ایک دِن یہ قافلہ واپس شہر کی حُدود میں داخل ہورہا تھا تمام حاجیوں کا اُن کے گھر والوں نے پر تپاک استقبال کیا اور جب سیٹھ عبدالرزاق اپنے گھر میں داستانِ حرم سُنا رہا تھا تو تمام گھر کے افراد عقیدت و اِشتیاق سے یہ داستان سُن رہے تھے کبھی سُننے والوں کے چہرے وفورِ خُوشی سے چمک چمک جاتے کبھی حیران رِہ جاتے اور کبھی کسی موڑ پر سامعین کی آنکھیں ڈُبڈبا جاتی تھی لیکن کسی کی بھی نظر کونے میں اُداس بیٹھے عبداللہ کی جانب نہیں گئی۔

وقت گُزرتا رہا لیکن عبداللہ کے چہرے کا تبسم جیسے کہیں کھُو کر رِہ گیا تھا کُچھ عرصہ کے بعد کسی دوسرے شہر کے کُچھ تاجر سیٹھ عبدالرزاق کے گھر مہمان ٹھہرے وہ لوگ اِس بات سے نابلد تھے کہ سیٹھ عبدالرزاق ابھی چند ماہ پہلے حج کی سعادت حاصل کرچُکا ہے۔ کافی دیر گُزرنے کے بعد بھی باتوں کا کوئی ایسا سلسلہ نہیں چل سکا جس کے ذریعے سیٹھ عبدالرزاق اپنے حج کی داستان اپنے کاروباری مہمانوں کے گوش گُزار کرسکتا یہاں تک کہ کھانے کا وقت ہوگیا جب دستر خُوان بچھایا جانے لگا تُو اچانک سیٹھ عبدالرزاق نے عبداللہ کو مُخاطب کرتے ہُوئے کہا عبداللہ وہ دَستر خُوان کیوں نہیں بچھاتے جس پر ہم دورانِ حج کھانا کھایا کرتے تھے۔ اچانک کسی

مہمان کی آواز بُلند ہوئی عبد الرزاق بھائی کیا آپ اِمسال حج پر گئے تھے؟ سیٹھ عبد الرزاق جیسے اِس موقع کی تلاش میں تھا فوراً تمام مہمانوں کو اپنے سفر کی روئیداد سُنانے لگا اور سلسلہ کھانے کے بعد تک جاری رَہا ہر ایک مہمان اُسکے مقدر پر رَشک کر رہا تھا اور اُسے مبارکباد پیش کر رَہا تھا۔

شام کو مہمانوں کے جانے کے بعد سیٹھ عبد الزاق نے عبد اللہ کو تنہائی میں بُلا بھیجا جب عبد اللہ خِدمت میں حاضر ہو گیا تو سیٹھ عبد الرزاق نے عبد اللہ کو اپنے سامنے بیٹھنے کا اِشارہ کیا عبد اللہ کے فرش نَشین ہوتے ہی سیٹھ عبد الرزاق نے عبد اللہ کو مُخاطب کرتے ہُوئے کہا" کیا بات ہے عبد اللہ میں دِیکھ رَہا ہُوں کہ جب سے تُم نے حج کی سعادت حاصِل کی ہے تُم یکسر خَاموش ہُو گئے ہُو وہ خُوشی جو ایک حاجی کے چہرے پر اِس سعادت کے حاصِل ہُو جانے کے باعث ہونی چاہیئے وہ مجھے کبھی تُمہارے چہرے پہ نظر نہیں آئی؟

عبد اللہ چند لمحے خاموش بیٹھا دیواروں کو گُھورتا رہا۔ لیکن جب سیٹھ عبد الرزاق نے عبد اللہ کو حاجی عبد اللہ خاموش کیوں ہُو۔ کہہ کر مُخاطِب کیا تُو عبد اللہ کی خَاموشی بھی ٹُوٹ ہی گئی۔ مالک مجھے حاجی کہہ کر مُخاطِب نہ کریں عبد اللہ کی آواز میں التجا سے زیادہ احتجاج کی جھلک نظر آرہی تھی۔ کیوں حاجی نہ کہوں تُمہیں۔ کیا تُم نے میرے ساتھ حج کی سعادت حاصل نہیں کی؟ سیٹھ عبد الرزاق نے عبد اللہ کو حیرت سے دیکھتے ہُوئے سُوال کیا۔

مالک ہم اپنا حج تُو بہت پہلے گھی اور نمک کے عوض فروخت کر چُکے ہیں۔ عبد اللہ جواب دیتے ہُوئے روہانسہ ہُو گیا تھا۔ کیا بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو عبد اللہ کہیں کِسی ہُوا کی جھپٹ کا شِکار تُو نہیں ہُو گئے تُم؟ عبد اللہ: نہیں مالک میں کِسی فریب میں مُبتلا نہیں ہُوں اور نہ ہی میں کوئی دیوانہ ہُوں۔ مگر آپ شائد بھول گئے ہیں۔ سیٹھ عبد الزاق: کیا بُھول گیا ہُوں میں۔ جو کہنا ہے ذرا صاف صاف کہو۔ عبد اللہ: کیا آپ بُھول گئے کہ حج سے واپس آتے ہُوئے سفر میں جب گھی خَتم ہونے پر آپ نے مُجھے حکم دِیا تھا کہ بَستی والوں کو بتاؤں کہ ہم لوگ حاجی ہیں سُو اسطرح میں

نے بستی والوں سے صرف اِتنا ہی کہا تھا کہ میرا مالک حج کا فرض اَدا کرنے کے بعد یہاں سے گُزر رَہا تھا کہ ہمارے سامان میں گھی خَتم ہو گیا آپ مہربانی کریں اور اِس حج کی لاج رکھتے ہُوئے ہمیں کُچھ گھی عنایت کر دیں اور یوں آپ کے حج کے عوض میں مفت گھی لے آیا تھا۔ اور آپکے دوسرے حکم کو پُورا کرنے کیلئے میں نے اَگلی بَستی والوں کو اپنے حج کے مُتعلق بتایا اور یُوں اپنا حج بھی داؤ پر لگا دِیا۔ میرے مالک میرے پاس تو صرف اِک حج کی دولت تھی جِسے میں نَمک کے بدلے دے آیا ہوں لیکن نجانے آپ کے پاس کتنے حج ہیں کہ ہر موقع پر آپ دوسروں کو یہ باور کرانے میں مصروف رِہتے ہیں کہ آپ حج کی سعادت حاصل کر چُکے ہیں اور کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے چُنانچہ جب آپ نے آج اپنے مہمانوں کو جتانے کیلئے مجھ سے کہا تھا کہ وہ دستر خُوان بچھاؤں جس پر ہم دورانِ حج کھانا کھایا کرتے تھے تو میں یہی سوچ رہا تھا کہ میں نے تُو آپ کیساتھ صرف ایک ہی حج کیا تھا جِسے نمک کے عوض بیچ چُکا ہوں لیکن خبر نہیں آپ کے پاس کتنے حج ہیں جو روزانہ کئی کئی حج بیچے چلے جا رہے ہیں۔

موٹاپے کا علاج

ڈاکٹر اسلم، لاہور

ایک ایسا کم خرچ اور سہل الحصول اور بالا نشین نسخہ پیش ہے امید ہے کہ آپ اس کی قدر فرمائیں گے۔

نسخہ: لاکھ عمدہ 50 گرام، زیرہ سیاہ 50 گرام، کلونجی 50 گرام

تمام ادویات کو کوٹ پیس کر سفوف تیار کریں اور بڑے سائز کے کیپسول بھر لیں دو سے ایک کیپسول ایک وقت میں پانی کے ہمراہ کھانے سے قبل دن میں دو بار استعمال کریں۔ انشاءاللہ یقینی فوائد نمودار ہوں گے ایک بہت ہی زیادہ موٹی خاتون نے جو کہ اب چلنے پھرنے سے بھی عاجز آچکی تھی۔ جب یہی نسخہ استعمال کیا چونکہ ہر علاج سے تنگ تھی اور لئے یہ نسخہ مستقل استعمال کیا اور استعمال کرنے کے بعد جب اپنا وزن کیا تو سترہ پاؤنڈ وزن صرف ڈیڑھ ماہ کے عرصے کے دوران کم ہوا۔۔۔ اور ساتھ "تین چیزیں" استعمال نہ کی جائے۔ یعنی چاول، چینی اور چکنائی یہ وہ چیزیں ہیں جو انسان کو فربہ اور غیر ضروری موٹاپا دیتی ہیں۔

بے مثل نکتہ داں

کوثر، مانسہرہ

ملت کے ترجمان ہیں حضرت الیاس گھمن گلشن کے پاسبان ہیں حضرت الیاس گھمن	
	ہر ہر قدم پہ ان کو شریعت کا پاس ہے بے مثل نکتہ داں ہیں حضرت الیاس گھمن
وہ پھول سا چہرہ خوشبو ہے چار سو جس کی اس پھول کا نام ہے حضرت الیاس گھمن	
	مخلوق کو سکھاتے ہیں صحابہ کا احترام فطرت کے میزبان ہیں حضرت الیاس گھمن
رائج ہو اپنے ملک میں اسلام کا نظام رحمت کی داستان ہیں حضرت الیاس گھمن	
	کوثر ہی نہیں ہے پورا زمانہ ہے معترف جرات کا ایک نشان ہے حضرت الیاس گھمن
ملت کے ترجمان ہیں حضرت الیاس گھمن گلشن کے پاسبان ہیں حضرت الیاس گھمن	

واقعہ کرب وبلا اور کرنے کا کام

امام ابن کثیر، انتخاب رضیہ جاوید، جہلم

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دلدوز واقعہ بروز جمعہ دس محرم الحرام سن 61 ہجری کو پیش آیا۔ ہشام کلبی کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ سن 62 ہجری کا ہے اور ابن لہیعہ یہ واقعہ سن 62 یا 63 ہجری کا بتلاتے ہیں لیکن پہلی ہی تاریخ زیادہ صحیح ہے آپ کی شہادت کا واقعہ عراق کے اندر طف کے پاس ایک جگہ کربلا میں پیش آیا تھا اس وقت آپ کی عمر 58 سال کے قریب تھی۔

مسند احمد، ج:3، ص:242-265 میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارش کے فرشتہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی آپ نے اسے شرف باریابی کا موقع دیا، ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ دروازے کی طرف دھیان دینا کوئی اندر نہ آنے پائے لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کودتے پھاندتے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے مبارک پر کودنے لگے، فرشتے نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ اس سے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ فرشتے نے کہا کہ آپ کی امت اسے قتل کردے گی اور اگر آپ چاہیں تو وہ مٹی لاکر آپ کو دکھلا دوں جہاں اسے قتل کیا جائے گا۔ پھر فرشتے نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور لال رنگ کی ایک مٹھی مٹی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں رکھ دی۔ [مسند احمد کے محققین نے اس حدیث کو ضعیف بتلایا ہے، لیکن اس معنی میں متعدد روایات آئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کچھ نہ کچھ اصل ضرور ہے چنانچہ امام ذہبی لکھتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے دیکھئے السیر:3-289]

مسند احمد ہی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ٹھیک دوپہر کے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے بال اور چہرہ مبارک غبار آلود ہے اور آپ کے ساتھ ایک شیشی ہے جس میں خون ہے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ماں باپ آپ پر قربان جائیں یہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے [اس معنی میں ایک روایت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سنن الترمذی:3771 میں موجود ہے]

اس حدیث کے راوی عمار بیان فرماتے ہیں کہ جب اس کا حساب لگایا گیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ اسی دن پیش آیا تھا۔ طبقات ابن سعد میں ہے حضرت شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھے کہ باہر سے ایک لونڈی کے چیخنے کی آواز سنائی دی اور اسی حالت میں وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا تک پہنچ کر کہنے لگی کہ حضرت حسین کو شہید کر دیا گیا۔ ام المومنین نے فرمایا: بدبختوں نے ایسا کر دیا، اللہ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے یہ کہہ کر وہ بیہوش ہو کر گر گئیں۔ یہ دیکھ کر ہم لوگ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

[سیر اعلام النبلاء:3-318]

روافض نے عاشوراء سے متعلق بہت ہی مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہے اور بہت ہی جھوٹی حدیثیں اور قصے گڑھ لئے ہیں، جیسے کہ اس دن سورج میں ایسا گہن لگا کہ دوپہر میں تارے نظر آنے لگے اور جب بھی کوئی پتھر اٹھایا گیا تو اس کے نیچے جما ہوا خون تھا۔ آسمان

کے کناروں پر دم حسین کی وجہ سے سرخی چھاگئی ان دنوں جب سورج نکلتا تھا تو اس کی شعاعیں ایسی لگتی تھیں کہ گویا سارا آسمان ایک خون کے لتھڑا جیسا ہو گیا ہے ستارے ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے، آسمان سے خون کی بارش ہوئی، اس سے قبل آسمان میں سرخی نہ تھی وغیرہ اور جب حسین رضی اللہ عنہ کا سر گورنر ہاوس میں لایا گیا تو دیواروں سے خون بہنے لگا اور تین دن تک زمین بالکل تاریک رہی، اس دن جس کسی نے بھی مشک اور زعفران کا استعمال کیا وہ جل کر راکھ ہو گیا، بیت المقدس میں جب بھی کوئی پتھر اٹھایا گیا اس کے نیچے جمع شدہ خون ضرور ملا اور حسین رضی اللہ عنہ سے لوٹے ہوئے اونٹوں کو لوگوں نے ذبح کر کے پکایا تو وہ ایلوا جیسا کڑوا ہو گیا اسی قسم کی اور بھی بہت سی من گھڑت باتیں جو سر تا پا بے بنیاد ہیں روافض نے لوگوں میں رائج کر دی ہیں ان باتوں اور قصوں میں کوئی حقیقت نہیں۔

ہاں جو باتیں قاتلین حسین کے مصائب اور فتن میں پڑنے سے متعلق نقل کی گئی ہیں ان میں سے اکثر صحیح ہیں کیوں کہ جن لوگوں نے آپ کو شہید کیا تھا ان میں کا شاید ہی کوئی ہو جو دنیاوی مصیبت سے محفوظ رہا ہو۔ اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے سبھی کسی نہ کسی مہلک مرض میں ضرور مبتلا ہوئے ہیں اور اکثر تو پاگل اور مجنون ہو کر مرے ہیں۔ روافض نے حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے متعلق بہت زیادہ غلط بیانیاں اور بہتان سے کام لیا ہے۔ اور یہاں پر اب تک جو کچھ بھی ہم نے ذکر کیا وہ کافی ہے۔

چوتھی صدی ہجری کے قریب حکومت بنی بویہ کے رافضی اس سلسلے میں بہت زیادہ آگے بڑھے، بغداد میں اور اس کے ارد گرد بازاروں میں عاشوراء کے دن ڈھول پیٹے گئے، سڑکوں اور راستوں پر راکھ اور مٹیاں پھینکی گئیں، دکانوں پر ٹاٹ اٹکائے گئے۔ لوگوں نے غم و ماتم کا اظہار کیا بہت سے لوگوں نے اس رات پانی پینا ترک کیا تاکہ حضرت حسین

رضی اللہ عنہ کی موافقت ہو کیوں کہ آپ پیاسے شہید کئے گئے تھے۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ مزید براں عورتیں بے پردہ، اپنے چہروں کو کھولے ہوئے، نوحہ وماتم کرتی ہوئی اپنے چہرے اور سینوں کو پیٹتی ہوئی ننگے پیر بازاروں میں نکلتی تھیں۔

اس کے علاوہ اور بہت سی بری بدعتیں، خرافاتیں اور بدتمیزیاں ایجاد کی گئیں جس سے ان کا مقصد دولت بنی امیہ کو بدنام کرنا تھا۔ کیونکہ حسین رضی اللہ عنہ انہیں کے عہد حکومت میں شہید کئے گئے تھے۔

اس کے برعکس شام کے ناصبیوں نے یوم عاشوراء کو رافضیوں کی مخالفت میں اچھے سے اچھے قسم کا کھانا پکوایا، نہانے دھونے کا اہتمام کیا، خوشبو وعطر کا استعمال کیا، اچھے سے اچھا کپڑا پہنا اور اس دن کو یوم عید قرار دیا اور اس دن طرح طرح کے کھانوں کا انتظام کیا جس سے ان کا مقصد رافضیہ کی مخالفت اور دشمنی تھی۔ حالانکہ یہ بھی بالکل غلط ہے۔ کچھ لوگوں نے آپ کے قتل کی یہ تاویل کی کہ آپ مسلمانوں کے بیچ پھوٹ ڈالنے آئے تھے جب کہ اس وقت مسلمان ایک امام کی بیعت پر متفق تھے کیوں کہ ایسے کام سے ہر مسلمان کو منع کیا گیا ہے جیسا کہ مسلم شریف میں ہے، حالانکہ اگر کچھ نادان لوگوں نے یہ تاویل کی بھی تو ان کے لئے کسی بھی صورت میں یہ جائز نہیں تھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرتے بلکہ ان کے اوپر واجب تھا کہ جن تین باتوں کا مطالبہ ان سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اسے مان لیتے، اسی لئے تمام اگلے پچھلے ائمہ نے ان کے اور ان کے ساتھیوں کے قتل کو ناپسند کیا۔ ہاں! کوفہ کے کچھ ملعون لوگ تھے جنہیں اس سے خوشی حاصل ہوئی ہے اور وہ

اکثر وہی لوگ تھے جنہوں نے آپ کو خط و کتابت کر کے بلایا تھا تا کہ اپنے گندے مقاصد اور غلط خواہشات تک رسائی حاصل کریں، اسی لئے جب عبید اللہ بن زیاد کو ان کا مقصد معلوم ہوا کہ وہ کچھ دنیاوی مال و متاع چاہتے تھے تو انہیں دے کر ان کا مقصد پورا کیا اور ڈرا دھمکا کر اور کچھ کو لالچ دلا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے انہیں روکا نتیجۃ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ کر ہٹ گئے اور پھر آپ کو شہید کر دیا۔

امام حسین کی شہادت پر غمگینی مسلمانوں کا حق ہے کیونکہ وہ مسلمانوں کے سردار ہیں، علماء صحابہ میں سے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور آپ کی سب سے پیاری اور افضل بیٹی کے صاحبزادے ہیں لیکن کسی مسلمان کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ان خرافات کو جائز سمجھے جو روافض کرتے ہیں جیسے چیخ و پکار اور رونا چلانا اور شاید یہ سب ریا و نمود ہے کیونکہ ان کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ جو ان سے افضل و بہتر تھے انہیں شہید کیا گیا لیکن ان کے شہادت کے دن کو یوم ماتم نہیں منایا گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یوم شہادت جمعہ سترہ رمضان المبارک سن 40 ہجری ہے جب کہ آپ صبح کی نماز کے لئے جا رہے تھے۔

اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو اہل السنت و الجماعت کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی افضل ہیں، بدبختوں نے انہیں اپنے ہی گھر میں محصور کر کے ایام تشریق کے موقعہ پر ان کا کھانا پانی بند کر کے بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر ڈالا لیکن لوگوں نے ان کے یوم شہادت کو یوم ماتم نہیں ٹھہرایا۔ اس سے بھی آگے دیکھیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو ان تمام سے افضل تھے نماز کی حالت میں قرآن پڑھتے ہوئے انہیں شہید

کیا گیا لیکن ان کے بھی یوم شہادت کو یوم ماتم نہیں بنایا گیا، اسی طرح اس امت کے صدیق جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی افضل تھے لیکن لوگوں نے ان کے یوم وفات کو رونے اور سینہ کوبی کا دن نہ سمجھا۔ حتی کہ اگلے پچھلے مخلوقات کے سردار کو بھی اللہ تعالی نے دوسرے انبیاء کی طرح اس دنیا سے اٹھالیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وفات کو بھی کسی نے یوم ماتم نہ قرار دیا جیسا کہ ان جاہلوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے یوم شہادت کو بنایا ہے اور نہ ہی کسی نے ان خرافات مثلا سورج کا گہن میں آجانا وغیرہ کا تذکرہ کسی کی شہادت یا وفات کے موقعہ پر کیا ہے۔

اس دن کا سب سے اچھا کام:

سب سے بہتر کام جو اس قسم کی کسی مصائب اور یوم شہادت سے متعلق کیا جائے وہ یہ ہو سکتا ہے۔ حضرت علی بن حسین زین العابدین اپنے نانا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مامن مسلم یصاب بمصیبۃ فیتذکرھا وان تقام عھدھا فیتحدث لھا استرجاعا الا اعطاہ اللہ من الاجر مثل یوم اصیب منھا

یعنی کسی مسلمان کو اگر کسی مصیبت پہونچتی ہے اور مدت گزر جانے کے بعد بھی اسے یاد کرتا ہے اور یاد کر کے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھ لیتا ہے تو اللہ تبارک وتعالی اسے اتنا ہی اجر وثواب دیتا ہے جتنا کہ مصیبت پہونچنے کے دن دیا تھا۔

اللہ تعالی صحیح فہم عطا فرمائیں۔ آمین

قسط نمبر16:

ظہیر الدین محمد بابر

امان اللہ کا ظلم

میرے ننھے سلطان ! تو بزعم خویش سمجھتا ہے کہ تو بہت سمجھدار ہو گیا ہے اور کارہائے جہانگیری وجہانداری خوب جاننے لگا ہے مگر میرے نزدیک تو ابھی طفل مکتب ہے میں نے مغلستان کے جابر خاقان کے ساتھ ایک عمر گزاری ہے بادشاہان وقت کے خلاف محلاتی سازشیں کیا رنگ لاتی ہیں مجھ سے زیادہ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ یہ محلاتی سازشیں ہی ہوتی ہیں جو بڑے بڑے عقلمند اور زیرک بادشاہوں کا دھڑن تختہ کر دیتی ہیں۔ تو ابھی اس عمر کو نہیں پہنچا کہ تجھے ان سازشوں کا کماحقہ ادراک ہو سکے، تیرے مصاحبین میں دراصل وہی لوگ ہیں جو تیری سلطانی کے درپے ہیں وہ لوگ جنہیں تو نے بہت نوازا ہے جن پر تیری داد ودہش کی بارش ہوئی ہے وہی لوگ آج تیرے درپے آزار ہیں مثال کے طور پر حسن یعقوب جسے تو اپنا سب سے بڑا جانثار اور وفادار سمجھتا ہے اور جسے تو نے بیش بہا انعامات سے نوازا ہے حد تو یہ ہے کہ تو نے اس نمک حرام کو وزارت عظمی جیسا اہم منصب بھی عطا کیا ہے مگر یہ وہ شخص ہے جو تیرے دشمنوں سے سازباز کر کے تجھے منصب سلطانی سے محروم کرنا چاہتا ہے وہ ایک زہریلا سانپ ہے اور سانپ کی فطرت دوست دشمن کی تمیز کیے بغیر ڈسنا ہے اور وہ وار کرنے کا موقع کبھی بھی ضائع نہیں کرتا۔

تجھے معلوم بھی نہیں ہے کہ حسن یعقوب تیرے چچا سلطان محمود مرزا سے مل کر تیرے خلاف ایک سازش رچنے میں مصروف تھا۔ سلطان محمود مرزا کا تجھے اپنے بیٹے مسعود مرزا کی شادی پر بلانا عبد القدوس بیگ کا شادی کا دعوت نامہ لے کر آنا اور اس کا حسن یعقوب

کے گھر قیام کرنا سب اس سازش کی کڑیاں تھیں، جس روز عبد القدوس سمرقند سے شادی کا دعوت نامہ لے کر تیرے پاس آیا تھا میرا اسی روز ماتھا ٹھنکا تھا۔

اور پھر عبد القدوس بیگ کے حسن یعقوب کے ہاں قیام سے میں سمجھ گئی تھی کہ دال میں کچھ نہیں بلکہ بہت ہی کالا ہے بنابریں میں نے عبد القدوس اور حسن یعقوب کی نگرانی شروع کر دی تھی بہت جلد میں معاملے کی تہ تک پہنچ گئی، حسن یعقوب کو جب اس بات کی بھنک پڑی کہ اس کی سازش طشت از بام ہو گئی ہے تو اس نے سمرقند کی طرف فرار ہی میں اپنی عافیت سمجھی مگر میں نے بھی کوئی کچی گولیاں نہیں کھیلی تھیں۔ میں نے قاسم بیگ اور سلاخ کو ایک بھاری فوجی دستے کے ساتھ حسن یعقوب کے تعاقب پر لگا دیا۔ حسن یعقوب نے آپ کے چھوٹے بھائی اور آخشی جیسے اہم قلعے کے حاکم جہانگیر مرزا کو بھی اپنی متوقع سازش میں شامل کیا ہوا تھا۔

سچ تو یہ ہے کہ جہانگیر مرزا کی نظریں وادی فرغانہ کے تخت پر جمی ہوئی تھی وہ تجھے منصب سلطانی سے محروم کر کے خود سلطان بننا چاہتا تھا اس لیے وہ حسن یعقوب اور سلطان محمود مرزا کی رچائی گئی سازش میں برابر کا شریک تھا۔ حسن یعقوب کو جب اپنے تعاقب کی خبر ہوئی تو اس نے اپنا راستہ بدلتے ہوئے آخشی کا رخ کیا، مگر قاسم بیگ نے اسے آخشی تک نہ پہنچے دیا اور اسے راستے ہی میں دبوچ کر جہنم واصل کر دیا دکھ کی بات تو یہ ہے کہ بزعم خویش خود کو عقل کل سمجھنے والا فرغانہ کا سلطان اسی ساری تگ و تاز اور اچھاڑ پچھاڑ سے یکسر بے بہرا تھا اسے معلوم نہیں تھا کہ اس کے خلاف اس کے ہمدرد جانثار اور وفادار مصاحب کیا گل کھلا رہے تھے جنہیں وہ اپنا سب سے بڑا دوست سمجھتا تھا اصل وہی اس کی آستین کے سانپ جو

اسے بے خبری میں ڈسنا چاہتے تھے اگر میری آنکھیں کھلی نہ ہوتیں تو آج اس کی سلطانی اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہی ہوتی

جان من ابھی تو اعلی دماغ نہیں ہوا کہ قطعی طور پر دوست اور دشمن میں تمیز کر سکے۔بابر نانی اماں کی یہ لمبی تقریر سن کر انگشت بدنداں رہ گیا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ حسن یعقوب جیسا جانثار اس کے خلاف کوئی سازش کر سکتا تھا اور اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اس کا چچا سلطان محمود مرزا اسے اقتدار سے محروم کرنے کے لئے اتنی حد تک بھی گر سکتا تھا نانی اماں کے منہ سے یہ سب کچھ سن کر اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور ہونقوں کی طرح اس کا منہ تکے جارہا تھا۔

نامی اماں کی یہ ثقیل باتیں اس کے حلق سے نیچے نہیں اتر پارہی تھیں اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اس کی نامی اماں اس قدر زیرک معاملہ اور قوت فیصلہ کی حامل ہوگی۔اسے آج معلوم ہوا تھا کہ اس کی یہ بوڑھی نانی اس سے کس قدر محبت کرتی تھی،اگر آج اس کی نانی اماں اس قدر ہوشیار نہ ہوتی اور وہ بروقت حسن یعقوب اوسلطان محمود مرزا کی سازش کا توڑ نہ کرتی تو پھر خدا جانے کیا ہو جاتا یہ سب سوچ سوچ کر بابر کی پیشانی عرق آلود ہو گئی۔بظاہر بابر اپنے ایک بہت بڑے سازشی امر سے چھٹکارا حاصل کر چکا تھا مگر اسے معلوم نہیں تھا کہ اس کی بدقسمتی اس وقت بھی اس پر ہنس رہی تھی اور جس سکون وقرار کا وہ متلاشی تھا وہ اب بھی اس سے بہت دور تھا۔

ظہیر الدین بابر کو اپنی نانی اماں کی زبانی جب اپنے چچا سلطان محمود مرزا کی گھنائونی سازش کا علم ہوا تو وہ بھونچکا سا رہ گیا اوا سے بے حد دکھ بھی ہوا اب کے اس کارشتوں پر سے

اعتبار ہی اٹھ گیا اس نے اپنے تئیں ایک فیصلہ کیا وہ آئندہ کسی رشتے دار پر بھروسہ نہیں کرے گا۔

یہ ایک زندہ حقیقت تھی کہ نہ صرف اس کا چچا سلطان محمود مرزا بلکہ اس کے کئی دوسرے عزیز بھی وادی جنت نظیر فرغانہ پر نظریں جمائے بیٹھے تھے۔ ابھی تک مغلستان کا خاقان محمود خان (محمود رشتے میں بابر کا ماموں تھا) تھیان شیان میں بظاہر خاموش بیٹھا تھا یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا مگر اس کی گدھ کی مانند خونخوار نظریں فرغانہ پر گڑی ہوئی تھیں۔

حسن یعقوب کی سازش کی گرد ابھی تک بیٹھ بھی نہ پائی تھی کہ ازبکستان کی طرف سے ایک انتہائی طاقتور دشمن شیبانی خان نمودار ہوا جسے عام طور پر شاہی بیگ کہا جاتا تھا شیبانی خان کا تعلق چنگیز خان کے بڑے بیٹے جوچی خان Jochi Khan کی نسل سے تھا یعنی وہ جوچی خان کے بڑے بیٹے باتو خان Batu Khan کی اولاد میں سے تھا جو کہ روس کا دوسرا خاقان ہو گزرا تھا۔

ظہیر الدین محمد بابر کے جد اعلیٰ تیمور لنگ نے اپنے پے بہ پے حملوں سے اس خاندان کا شیرازہ بکھیر دیا تھا جس کی وجہ سے اس خاندان کی مرکزیت ختم ہو کر رہ گئی تھی۔ عرصہ دراز تک پراگندگی کا شکار رہنے والے اس مغلوں کے درمیان ایک نہایت ہی اولو العزم اور صاحب تدبیر شخص نے جنم لیا جسے شیبانی خان یا عرف عام میں شاہی بیگ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔

شیبانی خان نے اپنے بکھرے ہوئے لوگوں کو (جو کہ ازبک کہلاتے تھے) مغلوں کے مشہور زمانہ یاک کے نو دموں والے پرچم تلے جمع کیا۔ ازبکستان پر اپنا اقتدار مضبوط کرنے کے بعد اس کی عقابی نگاہیں اردگرد کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر جم گئیں ان ریاستوں

میں سے وادی فرغانہ سب سے زیادہ اہم تھی ایک عرصہ سے وہ اس ریاست پر اپنی نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

عمر شیخ مرزا کی اچانک موت کے بعد جب اس کا بارہ سالہ بیٹا ظہر الدین بابر سریر آرائے مسند شاہی ہوا تو اس نے دیکھا کہ اس کے اپنے پرائے سب اس کے درپئے ازار ہو گئے تھے مگر وہ اپنی نانی اماں کی سرپرستی میں ابھی تک فرغانہ کے تخت پر براجمان تھا جس کے حسن تدبیر سے اس نے بڑی بڑی سازشوں کو کامیاب ہونے سے پہلے ہی کچل کر رکھ دیا تھا۔

شیبانی خان نے سوچا کہ "اگر اس نو عمر لڑکے نے اپنے تمام دشمنوں کو مات دے دی تو پھر وہ دھیرے دھیرے تمام ماوراء النہر پہ قابض ہو جائے۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر ماوراء النہر کے باہر واقع ریاستوں کو اپنے زیر نگیں لانے سے اسے کوئی نہیں روک سکے گا۔ "گربہ کشتن روز اول کے مصداق" اگر اس سنپولئے کا سر ابھی سے نہ کچلا گیا تو پھر سانپ بننے کے بعد اس کے ڈنک سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہ سکے گا"

اسی سوچ کے پیش نظر شیبانی خان نے ازبکستان سے خروج کر کے وادئی فرغانہ کی طرف مارچ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسے یہ معلوم تھا کہ فرغانہ تک پہنچنے سے پہلے اسے مغلستان اور تبت جیسی طاقتور ریاستوں کو اپنے زیر نگیں لانا ہو گا ورنہ وہ فرغانہ کو تسخیر کرتے کرتے اپنی ریاست سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

مغلستان پر اس وقت محمود خان اور تبت پر اس کے چھوٹے بھائی احمد خان کی فرماں روائی تھی۔ ان دونوں طاقتور حریصوں سے نبرد آزما ہوئے بغیر وادئی فرغانہ کی طرف پیش قدمی کرنا اس کے لئے نہایت ہی خطرناک ثابت ہو گا۔ کیونکہ ان دونوں بھائیوں میں سے احمد خان کو عرف عام میں "الچھ حان" (یعنی بہت زیادہ قتل کرنے والا) کہا جاتا تھا چنانچہ

اسے نشان عبرت بنائے بغیر وہ اپنے مقصد دیرینہ میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ شیبانی خان کی فطرت میں بھی اپنے آباءو اجداد کی طرح مکاری، خونخواری، دغابازی اور بے رحمی جیسی صفات کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ یہ بات اسے رہ رہ کر کچوکے دے رہی تھی کہ آخر سلطان احمد مرزا، سلطان محمود مرزا، ابا بکر دوغلت اور خاقان اعظم محمود خان اس نو عمر لڑکے کے مقابلے میں ناکام کیوں رہے تھے۔ حالانکہ ابا بکر دوغلت جیسا طاقتور اور صاحب تدبر شخص اس لڑکے کے لئے کافی تھا۔ مگر وہ بھی چوہے کی مانند بزدل ثابت ہوا تھا۔

شیبانی خان ابھی تک اپنی کچھار سے باہر قدم نکال ہی نہیں پایا تھا کہ تاریخ کے صفحات پر سلطان احمد تنبل نامی ایک دوسرا طالع آزما فرغانہ کے افق پر نمودار ہوا۔ یہ شخص جنگ وجدل کے علاوہ حسن یعقوب کی طرح داو پیچ سے بھی خوب واقف تھا۔

سلطان احمد تنبل کا منصوبہ کچھ یوں تھا کہ

"اسے سب سے پہلے بابر کے چھوٹے بھائی جہانگیر مرزا کو ورغلا کر اپنے حق میں استوار کرنا تھا۔ بعد ازاں آخشی کے اہم قلعہ پر قابض ہو کر اسے نکال باہر کرنا تھا۔ اسی طرح فرغانہ پر قبضہ کرنا اس کے لئے آسان ہو جائے گا کیونکہ آخشی کا قلعہ فرغانہ کے لئے کلید فتح کی حیثیت رکھتا تھا"

بیک وقت دو دشمنوں کی فرغانہ کی طرف پیش قدمی بابر کے لئے نہایت ہی تشویش کا باعث تھی۔ بابر کی نانی اماں نے جس طرح حسن یعقوب جیسے شاطر اور سازشی انسان کا قلع قمع کیا تھا بابر کی نگاہوں میں اس کی عزت اور اہمیت بڑھ گئی تھی۔ اب وہ کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے نانی اماں سے مشورہ کرنا اپنا فرض اولیں سمجھنے لگا تھا۔

بابر نے ان دو طاقتور اور شاطر دشمنوں کے متوقع حملے سے عہدہ برآ ہونے کے لئے نانی اماں سے مشورہ کرنا ضروری سمجھا۔ اس نے نانی اماں کو اپنے مخبروں کی طرف سے بھیجی گئی معلومات سے آگاہ کیا اور پھر اس سے رائے طلب کی۔

نانی اماں نے بابر کو مشورہ دیا کہ " تمہیں نہ صرف فرغانہ کو دشمنوں کی دست برد سے محفوظ رکھنا ہے بلکہ سمرقند پر بھی قابض ہونا ہے۔ کیونکہ اپنی ساری مساعی جارح قوتوں سے نبرد آزما ہونے پر ضائع کرنے کی بجائے کچھ آگے کی سوچی جائے۔

سمرقند جو کہ عرصہ دراز سے تیموریوں کا مرکز سلطانی رہی ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں سے تیرے جد امجد تیمور خان نے پیش قدمی کرتے ہوئے دنیا کے ایک بہت بڑے حصے پر اپنی سلطانی کا جھنڈا گاڑ دیا تھا۔ اس لئے سمرقند پر قبضہ تیرے لئے فرغانہ سے باہر قدم نکالنے کا ذریعہ بن جائے گا"

بابر کو نانی اماں کی رائے صائب لگی، وہ بھی تک وہی حیص بیص میں تھا کہ اسے دو محاذوں پر بیک وقت عہدہ برآء ہونے کے لئے کیا منصوبہ بندی کرنا چاہئے کہ اسے اپنے مخبروں کی طرف سے ایک نہایت ہی خوش کن خبر موصول ہوئی وہ یہ کہ اس کا چچا اور سمرقند کا سلطان محمود مرزا کا انتقال ہو گیا تھا۔ اور پھر تاج و تخت حاصل کرنے کے لئے اس کے بیٹوں میں خانہ جنگی کا آغاز ہو چکا تھا۔

سمرقند کے اقتدار پر اب سلطان محمود مرزا کے بڑے بیٹے سلطان بائسنغر کا قبضہ ہو گیا تھا جبکہ اس کے دوسرے دو بھائی بھی اقتدار کے حصول کے لئے ہاتھ پاوں مار رہے تھے۔ کچھ ہی عرصہ قبل سلطان بائسنغر اپنے ایک بھائی علی مرزا کو اندھا کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس کی خوش قسمتی کہ وہ صاف بچ نکلا تھا۔ اب اس کے دل میں سلطان بائسنغر کے

خلاف نفرت پیدا ہو چکی تھی مگر اس کے پاس اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ سلطان وقت کا مقابلہ کر سکتا۔ اس لئے اب وہ اپنے حمائتی تلاش کر رہا تھا۔

دوسرا بھائی بھی اقتدار کے حصول کے لئے اپنے ہمدردوں کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ سمرقند کی طرف بڑھنے سے پہلے بابر نے وہ شہر دوبارہ اپنے قبضے میں لے لئے جو کہ اس کے باپ عمر شیخ مرزا کی وفات کے بعد اس کے چچا سلطان احمد مرزا نے ہتھیا لئے تھے۔

اب وہ سمرقند کی طرف اپنے قدم بڑھا رہا تھا۔ رمضان المبارک کی آخری تاریخیں تھیں۔ ابھی وہ راستے ہی میں تھا کہ شوال المکرم کا چاند نظر آ گیا۔ بنابریں بابر نے وہیں قیام کیا اور عید کی نماز ادا کی اسے معلوم نہیں تھا کہ جن پہاڑی باغوں میں اس نے ڈیرے ڈال رکھے تھے وہاں سے سمرقند شہر کی گنبدوں والی عمارتیں صاف نظر آ رہی تھیں۔

بابر کا یہ عارضی قیام کچھ دنوں کے لئے مستقل شکل اختیار کر گیا۔ اس کے ہراول مخبروں نے اسے مطلع کیا کہ فرغانی کی فوج شہر کے جس حصے کا محاصرہ کرنے والی ہے بقیہ تین اطراف میں تین دشمنوں (جن میں سلطان بائسنغر کے دو حقیقی بھائی اور ایک ازبک سردار شیبانی خان شامل تھا) نے سمرقند کا محاصرہ کر رکھا ہے۔

بابر کسی الجھن کا شکار ہوئے بغیر اپنے ذہن رسا سے تدابیر سوچنے لگا۔ اس نے سب سے پہلے سمرقند کے سلطان بائسنغر کے بھائی سلطان علی مرزا سے سمرقند پر قبضے کے لئے رابطہ قائم کیا۔ سلطان علی مرزا پہلے ہی کسی سہارے کی تلاش میں تھا اس نے بے کم و کاست بابر سے معاملہ کر لیا۔ طے یہ پایا کہ سمرقند کی فتح کے بعد سمرقند کی سلطانی کا فیصلہ کیا جائے گا۔

بابر کو یقین تھا کہ سلطان علی مرزا اس کے ساتھ کیے گئے معاملے کی خلاف ورزی نہیں کرے گا کیونکہ وہ سلطان بائسنغر کا ڈسا ہوا تھا۔

سلطان بائسنغر کے دوسرے بھائی نے ازبک سردار شیبانی خان سے معاہدہ کر لیا تھا مگر شیبانی خان نے سوچا کہ "کہیں ایسا نہ ہو کہ تین بھائیوں کی جنگ میں کہیں وہ خود نہ مارا جائے"

اس خیال کے آتے ہی اس نے اس خطرناک صورت حال سے بچنے کے لئے سمرقند کا محاصرہ اٹھالیا اور آناً فاناً اپنے ملک کی راہ لی۔

بابر کو جب شیبانی خان کی واپسی کا علم ہوا تو اسے بے حد خوشی ہوئی۔ ادھر بابر کا حلیف سلطان علی مرزا محاصرے کی طوالت سے تنگ آ گیا تھا اور یہ دیکھ دیکھ کر کہ بابر کی فوج میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جارہا تھا وہ دل برداشتہ ہو گیا تھا اور اس نے اسی میں اپنی عافیت سمجھی کہ وہ محاصرے سے کنارہ کش ہو جائے۔ بنابریں دیکھتے ہی دیکھتے وہ سمرقند کے نواح سے اپنی فوج کے ساتھ بابر کو بتائے بغیر اس طرح رفو چکر ہوا جیسے اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا ہو۔

اسی طرح سلطان بائسنغر کے دوسرے بھائی نے بھی اپنے حمائتی شیبانی خان کو جاتے ہوئے دیکھا تو اس نے محاصرے سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ سمرقند کے نواح میں اب بابر تنہا رہ گیا تھا۔ اب اس کا براہ راست اپنے چچازاد سلطان بائسنغر سے مقابلہ جم گیا تھا۔ سلطان بائسنغر بھی اس تمام اتھل پتھل سے بے خبر نہیں تھا۔۔۔ جاری ہے

رب کا شکر ادا کر بھائی

ڈاکٹر منصور احمد باجوہ

- گاڑی وقت پر آئے تو میں شکر ادا کرتا ہوں، لیٹ آئے پھر بھی شکر ادا کرتا ہوں، اگر بالکل ہی نہ آتی تو میں کیا کر سکتا تھا؟
- بچے کے سکول کی فیس پر آدھی تنخواہ اٹھ جاتی ہے، میں شکر ادا کرتا ہوں۔ اگر پوری اٹھ جاتی تو میں کیا کر سکتا تھا؟
- کالج میں اساتذہ ایک دو پیریڈ لیتے ہیں میں شکر ادا کرتا ہوں، اگر وہ ایک پیریڈ بھی نہ لیتے تو میں کیا کر سکتا تھا؟
- قصاب آدھا گوشت اور آدھے چھیچھڑے دیتا ہے، میں شکر ادا کرتا ہوں۔ وہ سارے کے سارے چھیچھڑے ڈال دیتا تو میں کر سکتا تھا؟
- دودھ والا دودھ میں پانی ملاتا ہے، میں شکر کرتا ہوں، وہ پانی میں دودھ ملا کر دیتا تو میں کیا کر سکتا تھا؟
- ڈاکٹر -/500 روپے فیس لے کر اگلے روز پھر آنے کے لیے کہتا ہے میں شکر ادا کرتا ہوں۔ -/5000 روپے فیس لے کر اگلے روز بلاتا تو میں کیا کر سکتا تھا؟
- بلدیہ والے مہینوں بعد کہیں کوڑا کرکٹ اٹھانے آتے ہیں میں شکر ادا کرتا ہوں، وہ سالوں بعد میں آتے تو میں کر سکتا تھا؟
- ویگن والا سواری میری گود میں بٹھا دیتا ہے، میں شکر ادا کرتا ہوں، وہ سواری میرے سپر بٹھا دیتا تو میں کر سکتا تھا؟

- دکاندار نے ایک نمبر مال کے پیسے لئے، مال دو نمبر دے دیا میں شکر ادا کرتا ہوں، اور اگر نمبر 3 یا 4 بھی دے دیتا تو میں کیا کر سکتا تھا؟
- اوپر والے سب سناتے ہیں نیچے والا کوئی سنتا نہیں میں شکر کرتا ہوں نیچے والا سنانا شروع کر دیتے تو میں کیا کر سکتا تھا؟
- موٹر سائیکل میں پیٹرول 90 روپے لیٹر کے حساب سے ڈلواتا ہوں اور شکر ادا کرتا ہوں پیٹرول پمپ والا 900 روپے لیٹر دیتا تو میں کیا کر سکتا تھا؟
- بھرے بازار میں ایک شخص مجھے گالی دیتا ہے میں شکر ادا کرتا ہوں وہ میرا گریبان بھی پکڑ لیتا تو میں کر سکتا تھا؟
- سابقہ حکمران اپنی غلطیوں کا اعتراف کر رہے ہیں میں شکر ادا کرتا ہوں وہ اب بھی اعتراف نہ کرتے تو میں کیا کر سکتا تھا؟
- میں نے تھانیدار سے کہا میرا پرچہ دو اس نے مجھے باہر نکال دیا، میں شکر ادا کرتا ہوں وہ مجھے اندر دے دیتا تو میں کیا کر سکتا تھا؟
- طالب علم بسوں پر سوار ہوتے ہیں کرایہ نہیں دیتے بس مالکان شکر ادا کریں وہ بس بھی ساتھ لے جاتے تو وہ کیا کر سکتے تھے؟
- دیانت کو کوئی پوچھتا نہیں، دیانتدار کونوں کھدروں میں پڑے ہیں انہیں شکر ادا کرنا چاہیے کونوں کھدروں میں بھی جگہ نہ ملتی تو وہ کیا کر سکتے تھے؟
- بجلی چلی جاتی ہے گھنٹوں نہیں آتی میں شکر ادا کرتا ہوں اگر دنوں نہ آتی تو میں کیا کر سکتا تھا؟

ہمارا کچن

مچھلی کا کھٹا

اہلیہ مولانا محمد کلیم اللہ

اجزاء: مچھلی، ایک کلو۔ پیاز، ایک عدد۔ ٹماٹر، ایک عدد درمیانہ۔ ناریل، پسا ہوا دو کھانے کے چمچ۔ املی اور نمک، حسب ذائقہ۔ لال مرچ پسی ہوئی، ایک چائے کا چمچ۔ دھنیا پسا ہوا، ایک چائے کا چمچ ادرک لہسن، پسا ہوا ایک چائے کا چمچ۔ ہلدی، زیرہ میتھی، پسے ہوئے، آدھا چائے کا چمچ ہرا دھنیا۔ ہری مرچ۔ بگھار۔ تیل، ایک چمچ کھانا پکانے والا۔ ثابت مرچ، دو عدد۔ کری پتہ۔ رائی۔ زیرہ۔

ترکیب: ایک دیگچی میں تیل ڈالیں اور پھر اس میں بگھار کے مصالحے ڈال لیں، اور خوشبو آنے تک اس کو پکائیں جو سر میں پیاز، ٹماٹر، ناریل، ادرک، لہسن اور تھوڑا پانی ڈالیں اور سب کو اچھی طرح پیس لیں۔ جب بگھار پک جائے اور اس میں سے خوشبو آنے لگے تو پسا ہوا مسالہ بگھار میں ڈال دیں، اچھی طرح چمچ چلائیں۔ ایک پیالے میں املی پانی میں گھول لیں، املی میں تھوڑا سا نمک ڈال اور پانی ملا کر گھول لیں۔ پکتے ہوئے مسالے میں نمک، پسی ہوئی لال مرچ، پسا ہوا دھنیا، ہلدی ڈال دیں اور ہلکی آنچ پر تھوڑی دیر تک پکنے دیں۔ پھر اس میں مچھلی ڈالیں اور ہلکی آنچ پر ڈھکن ڈھک کر رکھ دیں۔ جب مچھلی گلنے کے قریب ہو تو املی کا پانی ڈال دیں۔ ہرا دھنیا اور ہری مرچ بھی ڈال دیں۔ تھوڑی دیر میڈیم آنچ پر پکائیں، پھر جب آپ دیکھیں کہ مسالہ پک گیا ہے اور مچھلی گل جائے اس سالن میں پسا ہوا زیرہ میتھی ڈال دیں۔ سالن ہلکی آنچ پر دم پر رکھ دیں۔ جب تیل سالن کے اوپر آجائے تو چولھا بند کر دیں مچھلی کا کھٹا تیار ہے۔ چاولوں کے ساتھ مسنون طریقے سے تناول فرمائیں۔

گوشہ ظرافت

ایک صاحب نے اپنی بیوی کے انتقال کے بعد اس کی قبر پر یہ لکھوایا "میری روشنی بجھ گئی۔"

کچھ عرصہ بعد ان صاحب نے دوسری شادی کر لی۔ دوست نے کہا "اب تو اپنی پہلی بیوی کی قبر سے یہ الفاظ صاف کروادو۔"

ان صاحب نے جواب دیا "نہیں اس کی ضرورت نہیں، بس نیچے یہ لکھوادوں گا کہ میں نے دوسری شمع روشن کر لی۔"

(شمائلہ خالد، شیخوپورہ)

☆☆☆

ایک آدمی کو پاگل خانے داخل کروانے کے لیے لایا گیا۔ ڈاکٹر نے اس کا معاینہ کیا۔ بظاہر بندے نے سب سوالوں کے جواب تسلی بخش دیئے۔ ڈاکٹر نے پوچھا پھر لوگ تمہیں پاگل کیوں کہتے ہیں؟

بندہ کہنے لگا" میں نے ایک بیوہ سے شادی کی، اس کی ایک جواں بیٹی تھی، اس نے میرے باپ سے نکاح کر لیا۔ یوں میری بیٹی میری ہی ماں بن گئی۔ ان کے گھر بیٹی ہوئی تو وہ میری بہن بن گئی لیکن میں اسکا نانا ہوا اس لیے وہ میری نواسی ہوئی، میرے ہاں بیٹا ہوا۔ میرا بیٹا اپنی دادی کا بھائی بن گیا اور میں اپنے بیٹے کا بھانجا بن گیا۔ میرا باپ میرا دادا بن گیا، میرا بیٹا اپنے دادا جی کا سالا بن گیا، میری بیٹی۔۔۔۔۔"

ڈاکٹر چلایا" چپ کرو۔۔۔۔ ورنہ میں سچ مچ پاگل ہو جاؤں گا۔"

(شاہدہ پروین، لیہ)

ایک سیلز مین، ایک اکاؤنٹنٹ اور ان کا باس ایک مینیجر کہیں کھانا کھا رہے تھے کہ ان کو ایک بوتل ملی جس میں سے جن بر آمد ہوا اور جنوں کی روایتِ قدیم کے مطابق اس نے بھی ان تینوں کی ایک ایک خواہش پوری کرنے کی بات کی۔

سیلز مین جھٹ بول اٹھا کہ میں فلاں جزیزے پر پورے ایک مہینے کی چھٹیاں گزارنا چاہتا ہوں اور وہاں موج ہی موج اور مستی ہی مستی ہو۔ جن نے پھونک ماری اور سیلز مین اپنے مطلوبہ جزیرے پر پہنچ گیا۔

اکاؤنٹنٹ بولا، میں ایک مہینے کیلیے اپنے کمرے میں بند ہونا چاہتا ہوں، میری پسندیدہ خوراک اور ڈرنکس ہوں، ٹی وی ہو، میوزک ہو، فلمیں ہوں اور کوئی مجھے تنگ نہ کرے، جن نے پھونک ماری اور اکاؤنٹنٹ اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔

اب باس کی باری تھی، وہ منہ بنا کے بولا میں ان دونوں کو کھانے کے وقفے کے بعد دفتر میں دیکھنا چاہتا ہوں۔

نتیجہ - اپنے باس کے بولنے سے پہلے کبھی منہ نہ کھولیں۔

(شبیر احمد ملتانی، ملتان)

☆☆☆

ایک جاب کا اشتہار آیا۔ اس کی ایک شرط یہ بھی تھی۔

امیدوار پنجاب یونیورسٹی گریجویٹ ہو"

جواب دیا گیا۔۔۔

"اگر پنجاب یونیورسٹی کا گریجویٹ میسر نہ ہو تو کیا کراچی یونیورسٹی کے دو امیدواروں اور قائد اعظم یونیورسٹی کے پارٹ ٹائم گریجویٹ سے کام چل جائے گا؟

(شمسہ یونس، لاہور)

غزالاں تم تو واقف ہو

میں تو ہوں اک سیپ کا موتی، بیچ سمندر رہنا تھا
آبِ رواں سے تاب بڑھی تھی، طوفانوں کو سہنا تھا
میری فصیلِ جاں تو کب سے، زخموں سے مسمار ہوئی
ڈھلتی عمر کا ڈھلتا سورج، ڈھلتی عمر کا گہنا تھا
ماریہ خان، جھنگ

جب کہا میں نے کہ یا اللہ میرا حال دیکھ
حکم آیا کہ میرے بندے نامہ اعمال دیکھ
ذوالفقار احمد، سیال پور

ہمیں معلوم ہے ہر جیت بالآخر ہماری ہے
ہم وقتی شکستوں پہ یہ دل تھوڑا نہیں کرتے
بلال احمد، لیہ

نہ جانے ظرف تھا کم یا انا زیادہ تھی
کلاہ سر سے، تو قد سے قبا زیادہ تھی
صبا علی، ہارون آباد

ہزاروں شہر ہیں ہمراہ اس کے
مسافر دشت میں تنہا نہیں ہے
اجمل، اسلام آباد

نہ اتنی تیز چلے، سر پھری ہوا سے کہو
شجر پہ ایک ہی پتّا دکھا ئی دیتا ہے
عندلیب، مہوش، بہالنگر

بھلا اخلاص نیت کی سند بھی کوئی دیتا ہے
کوئی شفاف سے نظروں کو کب محسوس ہوتی ہے
تمہارے ساتھ دیکھی تھی وگرنہ زندگی ہم کو
نہ تب محسوس ہوتی تھی، نہ اب محسوس ہوتی ہے
ام فروہ، حافظ آباد

یہ خزاں کی فصل کیا ہے فقط ان کی چشم پوشی
وہ اگر نگاہ کردیں تو ابھی بہار آجائے
رانا رضوان، شیخوپورہ

اپنے دل پہ بھی زخم کھاو، میرے لہو کی بہار کب تک
مجھے سہارا بنانے والو میں لڑکھڑایا تو کیا کرو گے
بابر خان، پشاور

کچھ ذوق ہو' کچھ شوق ہو' کچھ دل کی لگن ہو
جو جبر سے کی جائے وہ عبادت نہیں اچھی
رضوانہ بتول، سمندری

کس میں ہمت ہے ہماری پرواز میں لائے کمی
ہم پروں سے نہیں، حوصلوں سے اڑا کرتے ہیں
شبیر احمد، سرگودھا

کتابِ ماضی کے اوراق الٹ کے دیکھ ذرا
نہ جانے کون سا صفحہ مڑا ہوا نکلے
صاعقہ بشیر، نارووال

ہم پہ جو گزری وہ اوروں پہ بھی گزری ہو گی
ہائے وہ لوگ جو محسوس کریں کہہ نہ سکیں
عمرانہ تارڑ، حافظ آباد

آسان نہ کردی ہو کہیں موت نے مشکل
روتے ہوئے بیمار بڑی دیر سے چپ ہیں
ام اقصمہ، قصور

سوچوں تو سلوٹوں سے بھری ہے تمام روح
دیکھو تو اک شکن بھی نہیں ہے لباس میں
شکیب جلالی، کولہو، بلوچستان

اپنے دھوئیں کو چھوڑ گیا آسمان پر
بجھتے ہوئے دیئے میں غرور انتہا کا تھا
فرحانہ جمیل، وزیر آباد

ہمیں بے جرم مارا جا رہا ہے
یہ کس کا قرض اتارا جا رہا ہے
عدیل خان، جنوبی وزیرستان

ہم جل کر بھی روشنی پھیلاتے رہے
اس لئے لوگ ہمیں جلاتے رہے
میرے جلنے کو کسی نے دیکھا ہیں نہیں
بس میری روشنی پر سب مسکراتے رہے
ارسلان ارشد، اقبال حسن
نائلہ ارشد، لاہور

دو قدم چل کے ہی چھاؤں کی آرزو سر اُٹھانے لگی
میرے دل کو بھی شاید ترے حوصلوں کی ادا لگ گئی
کاشفہ، منڈی فیض آباد

ظلم ہے اس قدر خود اعتماری طاہر
کہ رات بھی تھی اور چراغ بھی نہ لیا
محمد علی، ڈی جی خان

طنا ہیں کاٹ مرے ساتھ بادبانوں کی
میں تجھ کو سیر کراؤں نئے جہانوں کی
مہک فاطمہ

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشتی ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی
رضیہ اللہ یار، سرگودھا

میں گنہگار اور ان گنت پارسا
چار جانب سے یلغار کرتے ہوئے
جیسے شب خون میں بوکھلا کر
اٹھیں لوگ تلوار تلوار کرتے ہوئے
وہ خراشیں دکھاتے رہے ہاتھ کی
سنگ باری کے دوران آئیں تھی جو
ہم ادھر زخمِ سر کو چھپاتے رہے
تزئینِ دستار کرتے ہوئے
عابد جمشید

انا للہ وانا الیہ راجعون

1. صوفی محمد شفیع، آف دائرہ دین پناہ انتقال فرما گئے۔
2. خطیب پاکستان حافظ خدا بخش کروڑی انتقال فرما گئے۔
3. مولانا منیر احمد معاویہ کے والد حاجی محمد رشید قصوری انتقال فرما گئے۔
4. مولانا عبد القدوس گجر دامت برکاتہم کے نانا جان انتقال فرما گئے۔
5. مولانا غلام قریشی، آف دائرہ دین پناہ انتقال فرما گئے۔
6. حافظ محمد صادق، آف دائرہ دین پناہ انتقال فرما گئے۔
7. حافظ محمد ایوب طاہر آف شیخوپورہ کے چچا جان انتقال فرما گئے۔
8. محترم فیاض شہزاد گوجرانوالہ کی والدہ محترمہ انتقال فرما گئیں۔

مدیر اعلیٰ متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب اور ادارہ احناف میڈیا سروس، احناف ٹرسٹ، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ کی پوری ٹیم ان سب حضرات کے لیے اور جو بم دھماکوں میں ہلاک ہوئے یا مختلف امراض کی وجہ سے اس جہان فانی سے کوچ کر گئے ان کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالی ان پر کروٹ کروٹ اپنی رحمت نازل فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

نوٹ :

قارئین کرام اپنے فوت شدگان کی اطلاع بذریعہ میسج کر دیا کریں تاکہ ایصال ثواب کی اپیل میں ان کا نام شامل ہو سکے۔

رابطہ کے لیے 03324576084

ماہنامہ بنات اہلسنت (الہوی)

ملنے کے پتے

محمد اعجاز دفتر احناف میڈیا سروس 0322-4959155
قاضی محمد اسرائیل گرنگی، مانسہرہ 0302-3501755
مولانا محمد شمیم ناگرہ، ماموں کانجن 0332-3637628
مولانا محمد افضل، کروڑ لعل عیسن لیہ 0302-8767686
مولانا محمد اقبال، جامعہ قادریہ بھکر 0346-6451553
مولانا محمد امین کمالوی، جامعہ حقانیہ لاہور 0306-8562708
محمد ہارون حنفی نفیس لائبریری اچھرہ لاہور 0321-4743173
مولانا محمد اکرم نذیر، نزد مرکزی عیدگاہ چنیوٹ 0323-7803106
محمد رمضان، دارالایمان زبیدہ پلازہ اردو بازار لاہو 0321-4602218
مولانا ساجد منگلوری، ڈاکخانہ منگلور تحصیل وضلع مانسہرہ ہزارہ 0333-5076151
مولانا محمد ابراہیم، جامعہ عربیہ مدینۃ العلوم محراب پور سندھ 0301-2461685
مولانا محمد آصف، جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات تلہ گنگ ضلع چکوال 0300-7374582
مولانا نیاز فاروقی، جامعہ مدنیہ تعلیم الاسلام جڑانوالہ فیصل آباد 0331-9144212
مولانا محمد نواز، مدرسہ تعلیم الاسلام 223 سنت پورہ فیصل آباد 0332-6566136
مولانا محمد عمر فاروق، خطیب جامع مسجد چوکی بھاگٹ سرگودھا
مولانا عبدالغفار، خطیب جامع مسجد بلال میرک پور ناروال
مولانا عبدالمالک جامع مسجد مدنی، اڈا میانی ضلع سرگودھا
مولانا محمد ادریس، جامع انوارالاسلام لوبن پلی، نارووال
مولانا عبداللطیف عابد، جامع العلوم عیدگاہ بہاولنگر
مولانا سیف الرحمٰن، جامعہ حنفیہ بورے والا
قاری مختار احمد، 41 جنوبی سرگودھا